خانقاہِ یا علویہ کا نقیب، مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان

سہ ماہی

پیامِ شعیب الاولیاء

براؤں شریف

مئی، جون، جولائی 2026ء

مسلم لڑکیوں کا غیر مسلموں سے تعلق و ارتداد کا خطرہ

مساجد کے ائمہ کرام پر بڑھتا ہوا ظلم و ستم

قربانی ایک عظیم عبادت اور اس کے تقاضے

اسلامی تہذیب و تمدن کا عالمی اثر

امام اہلسنت اور دفاعِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

پیامِ شعیب الاولیاء دینی و تہذیبی روایات کا امین

عمرہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت، حج کی محدود ہوتی ہوئی استطاعت

روحانی سرپرست

صاحبِ زہد و تقویٰ، عابد شب زندہ دار، صاحبِ فضل و کمال، یادگارِ شعیب الاولیاء، جانشینِ مظہرِ شعیب الاولیاء،

حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ **غلام عبد القادر چشتی** رحمۃ اللہ علیہ

سابق نائب ناظم اعلیٰ دار العلوم اہلسنت فیض الرسول براؤں شریف

چیف ایڈیٹر **صاحبزادہ محمد افسر علوی قادری**

یادگار

شیخ المشائخ حضور شعیب الاولیاء عاشق محبوب کبریا گل گلزار قادریت شمع شبستان چشتیت حضور سیدی الشاہ **محمد یار علی** صاحب قبلہ قدس اللہ سرہ وقدر ضی المولیٰ عنہ براؤں شریف

پیر طریقت مجاہد سنیت سراپا خیر و برکت سلطان الاصفیاء سید الاتقیاء نقیب الاولیاء مظہر شعیب الاولیاء حضرت مولانا صوفی شاہ **محمد صدیق احمد** صاحب قبلہ علوی قادری چشتی علیہ الرحمہ براؤں شریف

بشارۃ المشائخ کنز الکرامت دعائے محبوبی شہزادہ حضور شعیب الاولیاء برادر حضور مظہر شعیب الاولیاء مادرزاد ولی حضرت سیدی **احمد رضا عرف بابو میاں** علیہ الرحمہ براؤں شریف

روحانی سرپرست

صاحب زہد و تقویٰ، عابد شب زندہ دار، صاحب فضل و کمال، یادگار شعیب الاولیاء، جانشین مظہر شعیب الاولیاء، حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ **غلام عبد القادر چشتی** رحمۃ اللہ علیہ سابق نائب ناظم اعلیٰ دار العلوم اہلسنت فیض الرسول براؤں شریف

خانقاہ فیض الرسول یار علویہ کا دینی، علمی فکری، اصلاحی وروحانی مجلہ

سہ ماہی پیام شعیب الاولیاء

براؤں شریف

شمارہ نمبر (۸) جلد نمبر (۵)

مئی، جون، جولائی ۲۰۲۶ء

مطابق شوال المکرم، ذی القعدہ، ذی الحجہ ۱۴۴۷ھ

مجلس ادارت

- مفتی واجد علی یار علوی صاحب
- مفتی وصی احمد علوی قادری صاحب
- مفتی احمد رضا نظامی علیمی صاحب ممبئی
- مولانا عبد الحفیظ علیمی صاحب ممبئی
- مولانا عبد المبین مصباحی بہرائچ شریف
- مفتی شمیم رضا اویسی صاحب گھوسی
- مفتی نوشاد عالم امجدی صاحب بہار
- مولانا برکت اللہ فیضی صاحب
- مولانا محمد افضل علیمی صاحب
- مولانا سراج الدین علوی صاحب
- مولانا محمد کلیم احمد علوی صاحب
- مولانا محمد جمیل علوی صاحب بہرائچ
- مولانا محمد ریحان رضا قادری امجدی
- مفتی عبد اللطیف برہان پور ایم پی

مجلس مشاورت

- صاحبزادہ محمد احمد علوی
- صاحبزادہ محمد یوسف علوی
- صاحبزادہ علی مرتضیٰ علوی
- صاحبزادہ علی احمد علوی
- صاحبزادہ ڈاکٹر غلام حسنین علوی
- سید محمد ثاقب صاحب
- پیر اشرف الجیلانی شمیم بھیا
- مولانا سید کاظم الرحمن صاحب
- حافظ وقاری سید ابرار حسین بلرامپور
- مولانا شبیر الٰہی قادری
- مولانا بدر الدین احمد مصباحی
- مولانا سعود رضا امجدی سیوانی
- مفتی عارف رضا امجدی گڑھوا
- مولانا انیس الرحمن بہرائچ شریف
- مولانا ریحان رضا اشرفی
- حافظ محمد صدام حسین رضوی باتھوی
- مولانا محبوب احمد فیضی نیپال
- حافظ و قاری عبد اللطیف رضوی
- واجد علی قادری یار علوی

چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ محمد افسر علوی قادری 7081182040

ایڈیٹر: محمد قمر انجم قادری فیضی 6393021704

نائب ایڈیٹر: محمد نعیم امجدی اسمٰعیلی 9984896902

مدیران اعزازی: عمران علی یار علوی، عبد القادر مصباحی جامعی

معاونین ایڈیٹر: شاہد رضا امجدی جامعی، نازش المدنی مراد آبادی

مشیر اعلیٰ: کمال احمد علیمی نظامی

Quarterly

قیمت فی شمارہ: 50 روپے : سالانہ ممبری فیس 200 روپے

سالانہ بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک: 350 : اعزازی ممبر شپ: 1100

THE PAYAM-E- SHUAIBUL AULIA

Village & Post. Baraon Shareef,
Distt. Siddharth Nagar, U.P.
India Pin 272153

E-Mail. Payameshuaibulauliya@gmail.com
https://www.payameshuaibulauliya.com

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ
صاحبزادہ محمد ارشد علوی قادری
منیجر سہ ماہی پیام شعیب الاولیاء براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر یو پی انڈیا
708 118 2040
956 552 5306
786 003 8638

صاحبزادہ محمد اظہر علوی قادری نے علوی گرافکس رسول پور سے چھپوا کر دفتر سہ ماہی پیام شعیب الاولیاء براؤں شریف سے شائع کیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مجلہ سہ ماہی پیام شعیب الاولیاء، شوال المکرم، ذی القعدہ، ذی الحجہ ۱۴۴۷ھ

شمار نمبر	کالم	مضامین	قلم کار	صفحہ
1	اداریہ:	عمرہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت، حج کی محدود ہوتی ہوئی استطاعت	صاجنزادہ محمد افسر علوی قادری چشتی	1
2	نوار قرآن:	زیارت حرمین شریفین ایک عاشقانہ سفر ہے	ایڈیٹر کے قلم سے	6
3	گلدستہ حدیث:	مغربی تہذیب (مدرز ڈے) اور قانون اسلام	محمد عثمان علیمی	11
4	سوال وجواب	یا علویہ دار الافتاء: عورتوں کا جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے	تاج الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین علیمی مدظلہ العالی	13
5	عصر حاضر	آبِ شیریں زہر قاتل	مولانا محمد قاسم القادری گھوسوی	17
6	فکر امروز:	مسلم لڑکیوں کا غیر مسلموں سے تعلق وارتداد کا خطرہ	چراغ علی شاہدی صاحب	21
7	فکر فردا۔۔	مساجد کے ائمہ کرام پر بڑھتا ہوا ظلم وستم	علامہ مفتی پرویز عالم قادری فیضی	23
8	نقوش رفتگاں	: خاندانِ ابراہیم کے کردار کی معنویت	مولانا ڈاکٹر جہانگیر حسن مصباحی	29
9	مشعل راہ:	عرب کے اسلامی تاریخی مقدس مقامات کی زیارات	مولانا محمد آصف حسین مصباحی	31
10	اسلامیات:	اسلامی تہذیب وتمدن کا عالمی اثر	حافظ افتخار احمد قادری	37
11	۔۔۔	نہ سنبھلو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانو	علامہ حسنین رضا علیمی جامعی	41
12	جرات اظہار:	خانہ کعبہ کی تاریخ اور فضیلت واہمیت	مولانا محمد حشیم الدین قادری	44
13	دبستان فکر ونظر	قربانی ایک عظیم عبادت اور اسکے تقاضے	مولانا محمد صادق الاسلام علیمی	49
14	ادبیات:	ریختہ اردو کی وراثت یا کارپوریٹ مشینری	ڈاکٹر شاہد حبیب صاحب	52
15	رضویات:	امام اہلسنت اور دفاع مصطفےٰ	مولانا محمد رمضان رضا عطاری	54
16	اسلامی تعلیمات:	داڑھی تمام نبیوں کی سنت ہے مومنو!	مولانا محمد رمضان رضا عطاری	59
17	عجوبہ روزگار:	انسان کو دوبارہ عجب الذنب سے زندہ کرنے کی حکمت	مولانا محمد سفیان حنفی مصباحی	63
18	ماہ رواں	: ماہ محرم الحرام: بدعات ومنکرات	مفتی محمد اشفاق عالم علیمی امجدی	65
19		ذہنی آزمائش:	صاجنزادہ محمد ارشد علوی قادری چشتی	68
20	تعارف وتبصرہ:	پیام شعیب الاولیاء دینی اور ادبی تہذیبی روایات کا امین	حافظ افتخار احمد قادری	70
21	خیالات، تاثرات:	سہ ماہی مجلہ پیام شعیب الاولیاء علمی فکری بیداری کا ایک درخشاں چراغ	علامہ محمد انیس الرحمن حنفی رضوی	72
22	۔۔۔۔	(عرس حافظ ملت) مفتی محمد شرف الدین مصباحی کو "اشرفیہ ایوارڈ"	ادارہ۔	73
23	۔۔۔۔	موت العالم موت العالم	ادارہ۔	75
24		نعت ومنقبت	ادارہ۔	

اداریہ

عمرہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت، حج کی محدود ہوتی ہوئی استطاعت

صاحبزادہ محمد افسر علوی قادری چشتی
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ یارعلویہ
و چیف ایڈیٹر مجلہ پیام شعیب الاولیاء براؤں شریف سدھارتھ نگر

عصرِ حاضر میں عمرہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور حج کی محدود ہوتی ہوئی استطاعت کے درمیان توازن ایک اہم سماجی اور مذہبی معاملہ ہے۔ یہ تبدیلی روحانی، مالی، اور انتظامی عوامل کا مجموعہ اور دینی مذہبی دونوں پر مشتمل ہے۔ ذیل میں ان دونوں کے درمیان بڑھتے ہوئے فرق کی وجوہات کا مکمل طور سے تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے : عمرہ کرنے کی بڑھتے ہوئے رجحان کا سب سے اہم سبب یہ مانا جاسکتا ہے کہ عمرہ کو "چھوٹا حج" (حج اصغر) کہا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں اس کو ادا کرنے کے رجحان میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے، جس کی چند وجوہات واسباب یہاں پیش قارئین ہیں:

(1) پہلی وجوہات میں مندرجہ ذیل باتیں آتی ہیں!

عمرہ کے روحانی فضیلت :

(1) حضرت سیّدُ نا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورنبیِّ پاک، صاحبِ لَو لاک، سیّاحِ افلاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ کے مابین گناہوں کا کفارہ ہے اور حجِ مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔(صحیح البخاری، کتاب العمرہ، باب وجوب العمرہ وفضلھا، الحدیث ۱۷۷۳ : ص۱۳۹)

(2) سیدنا سرکارِ ابد قرار، شافعِ روزِ شمار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے : حاجی اور عمرہ کرنے والے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے مہمان ہیں، وہ انہیں بلاتا ہے تو یہ اس کے بلاوے پر لبیک کہتے ہیں اور یہ اس سے سوال کرتے ہیں تو اللہ عزوجل انہیں عطا فرماتا ہے۔(کنز العمال، کتاب الحج والعمرۃ قسم الاقوال، باب فضائل الحج ووجوبہ وآدابہ، الحدیث ۱۱۸۱۱: ، ج۵، ص۵)

(3) حضرتِ سیدنا ابن مسعود رضی المولی عنہ سے روایت ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحرو بَر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، حج اور عمرہ پے در پے ادا کرلیا کرو کیونکہ یہ فقر اور گناہوں کو اس طرح مٹا دیتے ہیں جیسے بھٹّی سونے چاندی اور لوہے کا زنگ دور کردیتی ہے۔(ترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی ثواب الحج والعمرۃ، الحدیث ۸۱۰: ، ج ۲ ص ۲۱۸)

(4) سال بھر کی سہولت :

عمرہ سال کے کسی بھی وقت ادا کیا جاسکتا ہے، جس کے لیے حج کی طرح ذی الحجہ کے مہینے کا انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ آسانی اور کم وقت : عمرہ چند گھنٹوں میں مکمل ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے مصروف لوگ آسانی سے وقت نکال سکتے ہیں۔ سستی اور استطاعت : حج کے مقابلے میں عمرہ پیکیج کافی سستے ہوتے ہیں، جس سے درمیانے طبقے کے افراد بھی اللہ کے گھر کی زیارت کرسکتے ہیں۔ رمضان میں عمرہ : رمضان المبارک میں عمرہ ادا کرنے کا ثواب حج کے برابر قرار دیا

گیا ہے، جس کی وجہ سے اس مہینے میں رش بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ہندوستان کے کئی خطباء شعراء رمضان المبارک کے مقدس ماہ میں عمرہ ادا کرنے کا ٹرینڈ بنا رکھے ہیں۔

حج کی محدود ہوتی ہوئی استطاعت (گھٹتی ہوئی قدر) کے وجوہات:

(5) حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے اور اس کی فرضیت اپنی جگہ قائم ہے، لیکن وقت کے مہنگائی کے ساتھ ساتھ اس کی ادائیگی مشکل سے مشکل تر ہوتی جا رہی ہے: پہلا یہ کہ یہ انتہائی مہنگا سفر ہوتا ہے حج کے اخراجات میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ 2024-2025ء کے دوران حج پیکیجز لاکھوں روپے تک پہنچ چکے ہیں، جو اکثر افراد کی استطاعت سے باہر ہوتے ہیں۔ وہیں کوٹہ اور قرعہ اندازی بھی ایک وجہ مانع ہے: سعودی حکومت کی طرف سے ہر ملک کے لیے حج کوٹہ محدود ہوتا ہے، جس کی وجہ سے درخواست گزاروں کو قرعہ اندازی کے ذریعے منتخب کیا جاتا ہے۔ کئی بار قسمت ساتھ نہ دے تو سالہا سال تک حج کا موقع نہیں ملتا ہے دوسری بڑی وجہ طبی اور جسمانی مشقت بھی شامل ہے حج میں منیٰ، عرفات، مزدلفہ کا قیام اور رمی (شیطان کو کنکریاں مارنا) جیسے مناسک جسمانی طور پر بہت تھکا دینے والے ہوتے ہیں، جو عمر رسیدہ افراد کے لئے بے حد مشکل کام ہوتے ہیں۔ اسکے ساتھ انتظامی پابندیاں بھی عائد ہوتی ہیں کہ حج کے لئے صرف سرکاری یا منظور شدہ نجی ٹور آپریٹرز کے ذریعے جانا ضروری ہے، جس میں آزادی کم اور پابندیاں زیادہ ہوتی ہیں۔

قارئین کرام: عمرہ کی فضیلت اپنی جگہ بہت بلند و بالا ہے، لیکن یہ حج کا متبادل کبھی نہیں ہو سکتا ہے۔ حج کی بڑھتی ہوئی قیمتوں اور انتظامی مشکلات کی وجہ سے لوگوں کا رجحان اب عمرہ کی طرف زیادہ ہو گیا ہے، کیونکہ یہ سستا، آسان اور جب چاہیں ادا کیا جا سکتا ہے۔

(6) عُمرہ کمائی کا ذریعہ:

بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ عُمرہ کروانا ایک کاروبار ہے جس میں عوام کو لُوٹا جاتا ہے۔ ہندوستان و پاکستان میں نعتوں کے ذریعے عمرہ کا شوق پیدا کیا جاتا ہے۔ عوام قرضہ پکڑ کر اور عورتیں نا محرم کے ساتھ بھی عُمرہ کرنے چلی جاتی ہیں۔

عوام کو فرائض (نماز روزہ) ادا کرنے کا شوق نہیں ہے مگر عُمرہ ایک مستحب عمل ہے، اس کا بہت شوق ہے، اسلئے ٹکٹ بھی عمرہ کرنے کے لالچ کے دیئے جاتے ہیں۔ البتہ اللہ کریم کی بندگی اور حضور ﷺ کی غلامی کے لئے کہیں بھی جانا نہیں پڑتا بلکہ اپنے پانچ فُٹ کے جسم پر اسلام نافذ کرنا پڑتا ہے۔

(7) کچھ لوگ اپنوں کی ٹکٹ کا انتظام اس لئے کرتے ہیں کہ ٹکٹ میں سے کمیشن کھایا جائے۔ کچھ لوگ 20 / بندے تیار کرتے ہیں اور خود ان کے صدقے میں فری چلے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ سال میں دو مرتبہ جانے کے لئے پاسپورٹ ڈپلیکیٹ تیار کراتے ہیں تاکہ 2 / ہزار ریال ٹیکس نہ دینا پڑے۔ اب سُنا ہے کہ 300 ریال ہو گیا ہے۔

(8) ایک پیر صاحب نے پانچ ہزار فی مرید عُمرہ کروانے والے سے لیا اور پورا جہاز اپنے مریدوں کا بھر کر لے گئے۔ پیر صاحب اور عُمرہ ایجنٹ نے لاکھوں کمائے۔ اس دنیا میں ہم نے حضور ﷺ کی محبت کی کمائی کرنی ہے اور بہت سے لوگوں نے ہماری محبت سے جہنم کی کمائی کرنی ہے۔

(9) لوگوں کو عُمرہ ایجنٹ سہانے خواب دکھاتے ہیں کہ ہوٹل حرم کے پاس ہوں گے اور پھر دور ہوٹل دے دیا جاتا ہے۔ وہاں

عُمرہ کرنے والوں کا پُرسان حال کوئی نہیں ہوتا۔لاکھوں جھوٹ اس کمائی کا ذریعہ ہیں جس کا آخرت میں علم ہوگا۔

(10) کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سعودیہ میں یہ دو شہر مکہ و مدینہ نہ ہوتے تو اس مُلک میں ہم کبھی نہ جاتے کیونکہ مسلمانوں کو وہاں "کفیل" کا غلام بنایا ہوا ہے۔ لاکھوں کھجوریں، ہوٹل بکنگ، کاروبار، ٹوپیاں، کپڑے، پٹرول وغیرہ یعنی سال میں اربوں کا کاروبار سعودیہ اس عُمرہ اور حج کے ذریعے سے کرتا ہے۔

(11) کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو عُمرے کو پسند نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ لوگوں کی مدد ہونی چاہیئے، ایسے بندے نہ تو عُمرہ کرتے ہیں اور نہ ہی کسی کی مدد کرتے ہیں، صرف باتیں کرتے ہیں۔

(12) حرمین شریفین میں نکاح کی ٹرینڈنگ: ایک خطرناک بدعت مولانا مفتی نوشاد عالم امجدی صاحب قبلہ اپنے مضمون میں رقمطراز ہیں!!

عمرہ پر جانے سے پہلے روڈ شو، اسٹیشن میں نعرے بازی وغیرہ بدعات وخرافات سے ہماری قوم گذر رہی تھی کہ اب ایک اور بدعت کا اضافہ ہونے کو ہے، ایک اور بدعت ہمارے درمیان پیر پسارنے کو تیار ہے بلکہ پسار چکی ہے اور وہ بدعت ہے" حرمین شریفین میں جا کر نکاح کرنے کی ٹرینڈنگ اور نکاح کے بعد دونوں کی مختلف پوز میں تصویر کشی اور شو بازی"۔

یہ بدعت دیکھنے میں تو عام سی بدعت معلوم ہو رہی ہے لیکن اگر عمق نظر اور دور بینی سے اس کو ملاحظہ کریں تو یہ بدعات وخرافات کا پیش خیمہ ثابت ہوگا، وہ اس طرح کہ اس ٹرینڈنگ کو دیکھ کر ہر لڑکا والا لڑکی والے سے یہی ڈیمانڈ کرے گا کہ آپ مجھے نقدی، گاڑی وغیرہ نہ دیجیے کہ یہ سب گناہ کے کام ہیں، ایک کام کیجیے کہ آپ ہماری حرمین شریفین میں لے جا کر شادی کروا دیجیے کہ اس میں ثواب ہی ثواب ہے۔اب بیچارہ وہ لڑکی کا باپ جو بہت محنت و مشقت کے ذریعے بوجہ مجبوری گاڑی وغیرہ دے کر تین چار لاکھ میں اپنی لڑکی کی شادی کرتا تھا اب اس پر اس کا دوگنا زیادہ بوجھ بڑھ جائے گا اور لڑکا، لڑکی اور اس کے اہل وعیال میں سے کم سے کم دس پندرہ لوگوں کو حرمین شریفین لے جانے اور لانے کا بار اس کے کندھوں پر آ جائے گا۔

اور یہ بدعت نقدی اور گاڑی وغیرہ دینے سے کہیں بڑھ کر ہوگی کہ نقدی اور گاڑی والے مسئلے میں عقل سلیم رکھنے والے لوگ سمجھانے پر سمجھ جاتے ہیں لیکن حرمین شریفین میں شادی کی بدعت تو اپنے آگے" ثواب" کو ڈھال بنائے رہے گی اور سمجھانے پر" ثواب" کو آگے کر دے گی پھر کیوں کر اس بدعت کو روکنا آسان ہوگا؟

لیکن افسوس کہ ہمارے کچھ اہلیان جبہ و دستار ہی اس بدعت کو بڑھاوا دے رہے ہیں اور اس کے خطرناک نتائج اور عواقب کو پس پشت ڈال دے رہے ہیں۔اور افسوس بالائے افسوس یہ کہ یہ ساری بدعات ہمارے جھارکھنڈ ہی میں پنپ رہی ہیں لیکن دس دس سال مدرسہ میں پڑھنے والے کو ذرہ برابر بھی اس کی فکر نہیں۔

اللہ عزوجل ہمیں دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور ہمیں بدعات و خرافات سے محفوظ رکھے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ان ساری باتوں کے باوجود بھی ہر مسلمان یہ انکار نہیں کرسکتا کہ میں نے حضور ﷺ کے در پر سلام کرنے اور اللہ کریم کے گھر کا طواف کرنے نہیں جانا کیونکہ ہر مسلمان کے دل میں حضور ﷺ کا در اور اللہ کریم کا گھر دیکھنے کی شدید محبت و ذوق وشوق ہے

(13) دورِ جدید میں مسلمانوں کے مذہبی مقامات کے سفروں

کے رجحانات میں جہاں نمایاں تبدیلی آئی ہے، وہیں پر عمرہ ادا کرنے کی مقبولیت میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا ہے، وہیں حج کی ادائیگی ایک مشکل، مہنگا اور محدود عمل بنتی جا رہی ہے۔ اگرچہ حج اسلام کا پانچواں رکن ہے اور اس کی فرضیت اپنی جگہ مسلمہ ہے، لیکن عملی طور پر عمرہ کے بڑھتے ہوئے رجحان نے حج کی قدر و قیمت اور منزلت (سہولت اور رسائی کے لحاظ سے) کو بے حد متاثر کیا ہے۔

ذیل میں اس کے مزید اہم اسباب اور پہلوؤں کا پھر سے تجزیہ کیا جا رہا ہے:

(1) حج کی گھٹتی ہوئی قدر (عملی اور اقتصادی مشکلات) حج کی "قدر" سے مراد اس کی مذہبی اہمیت کم ہونا نہیں، بلکہ اس کا عوام کے لیے قابل رسائی (Accessible) نہ رہنا ہے:

(2) انتہائی مہنگا (Expensive):

حالیہ برسوں میں حج پیکجز کی قیمتوں میں آسمان کو چھوتا اضافہ ہوا ہے، جس کی وجہ سے یہ متوسط طبقے کی پہنچ سے باہر ہو رہا ہے۔

(3) محدود کوٹہ اور طویل انتظار:

حج کے لیے ہر ملک کا کوٹہ (Quota) محدود ہے، جس کی وجہ سے درخواست گزاروں کو برسوں انتظار کرنا پڑتا ہے۔

(4)؛ جسمانی مشقت اور ہجوم:

حج کے ایام میں شدید گرمی اور کروڑوں لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے یہ ایک مشکل ترین سفر بن گیا ہے۔

(5) کمرشلائزیشن:

عوام وخواص میں حج کو ایک "لگژری ٹور" یا مہنگے پیکیج کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے، جس سے اس کی سادگی اور روحانیت بے حد متاثر ہو رہی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عمرہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کی بنیادی وجہ "سہولت اور کم لاگت" ہے، جبکہ حج کی عملی قدر میں کمی کی وجہ "انتہائی اخراجات، کوٹہ کی پابندی اور پیچیدہ لاجسٹکس" ہیں۔ اسکے علاوہ بھی عمرہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے پیچھے کئی اہم دینی، سماجی، اور انتظامی اسباب کارفرما ہیں۔ موجودہ دور میں دنیا بھر سے، خاص طور پر ہندوستان اور دیگر مسلم ممالک سے، لاکھوں افراد سالانہ عمرہ کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس بڑھتی ہوئی رجحان میں اضافے کی چند نمایاں وجوہات درج ذیل ہیں:

(6) دینی فضیلت اور روحانی سکون:

گناہوں کا کفارہ: احادیث میں عمرہ کو دو عمروں کے درمیانی گناہوں کا کفارہ قرار دیا گیا ہے، جو مسلمانوں کو روحانی پاکیزگی کی طرف راغب کرتا ہے۔ روحانی تسکین: حرم مکہ میں حاضری اور بیت اللہ کا طواف انسان کو دنیاوی پریشانیوں سے نکال کر قلبی سکون فراہم کرتا ہے۔

(7) آسانیاں اور سہولیات (انتظامی عوامل):

سعودی حکومت کی آسانیاں: سعودی حکومت کی جانب سے ویزا کے حصول میں آسانیاں (جیسے ای-ویزا اور سیاحتی ویزا پر عمرہ کی اجازت) نے سفر کو انتہائی آسان بنا دیا ہے

(8) سال بھر کی دستیابی:

حج کے برعکس، عمرہ سال کے کسی بھی وقت ادا کیا جا سکتا ہے، جس کی وجہ سے لوگ اپنی چھٹیوں یا فرصت کے مطابق منصوبہ بندی کر سکتے ہیں۔ (9) بہتر انفراسٹرکچر: مکہ اور مدینہ میں رہائش، نقل و حمل، اور حرم کی توسیع نے لاکھوں زائرین کی میزبانی کو سہل بنا دیا ہے۔

(10) معاشی اور تکنیکی عوامل:

عمرہ پیکجز: ٹریول ایجنسیوں کی جانب سے مختلف قسم کے کم قیمت (Economy) اور پر تعیش (Luxury) پیکجز نے عمرہ کو عام آدمی کی پہنچ میں کر دیا ہے۔

آن لائن ٹیکنالوجی: عمرہ ایپس، ٹور ٹراویلس اور آن لائن بکنگ کے ذریعے لوگ گھر بیٹھے ہوٹل اور ٹرانسپورٹ بک کر سکتے ہیں۔

(11) سماجی اور جذباتی پہلو:

سوشل میڈیا کا کردار: سوشل میڈیا پر عمرہ کی ویڈیوز اور تصاویر دیکھ کر لوگوں میں حرم کی زیارت کا شوق مزید بڑھ جاتا ہے۔

(12) خاندان کے ساتھ سفر:

عمرہ کو اب ایک خاندانی سفر (Family Trip) کے طور پر بھی دیکھا جاتا ہے، جس میں بچے اور بڑے سب شرکت کرتے ہیں۔

خلاصہ تحریر یہ ہے کہ عمرہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کا اصل سبب روحانی پاکیزگی کی شدید خواہش اور سعودی حکومت کی جانب سے فراہم کردہ جدید، آسان اور تیز رفتار سہولیات کا حسین امتزاج ہے، جو اس سفر کو ہر مسلمان کے لیے قابل رسائی بناتا ہے۔ اور اب تو باقاعدہ عمرہ کے موقع پر نکاح پڑھوانے کا بھی رجحان بہت تیزی سے پھیل رہا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

وہ کمال حسن حضور ہے

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانیِ دل و جاں نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں
میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں
بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں
کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جراتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں
ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں
وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں
کوئی کہہ دو یاس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں
یہ نہیں کہ خلد نہ ہو وہ نکو وہ نکوئی کی بھی ہے آبرو
مگر اے مدینہ کی آرزو جسے چاہے تو وہ سماں نہیں
کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

گلدستہ حدیث

زیارت حرمین شریفین ایک عاشقانہ سفر ہے

ایڈیٹر کے قلم سے

حج کی فرضیت:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِۚ وَ لَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

(196)

کنزالایمان: ترجمہ: اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو جو میسر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے تو بدلہ دے روزے یا خیرات یا قربانی پھر جب تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ یہ پورے دس ہوئے یہ حکم اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

لہذا حج اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ حج کی فرضیت قرآن کریم، حدیث شریف اور اجماع امت سے ایسے ہی ثابت ہے، جیسا کہ نماز، روزہ اور زکاۃ کی فرضیت ثابت ہے؛ اس لیے جو شخص حج کی فرضیت کا انکار کرے۔

(1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پانچوں ارکان کو ایک حدیث شریف میں بیان فرمایا ہے۔ ”بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ“ (بخاری شریف، حدیث نمبر ۸:)

ترجمہ: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکاۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا“۔

حج ایک عاشقانہ سفر:

انسانی طبیعت یہ تقاضہ کرتی ہے کہ انسان اپنے وطن، اہل وعیال، دوست ورشتہ دار اور مال ودولت سے انسیت ومحبت رکھے اور ان کے قریب رہے۔ جب آدمی حج کے لیے جاتا ہے؛ تو اسے اپنے وطن اور بیوی و بچے اور رشتے دار و اقارب کو چھوڑ کر اور مال و

دولت خرچ کرکے جانا پڑتا ہے۔ یہ سب اس لیے کرنا پڑتا ہے کہ حج کی ادائیگی شریعت کا حکم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت نے حج کے حوالے سے بہت ہی رغبت دلائی ہے، انسان کو کعبہ مشرفہ کے حج وزیارت پر ابھارا، مہبط وحی ورسالت کے دیدار کا شوق بھی دلایا ہے اور سب سے بڑھ کر شریعت نے حج کا اتنا اجر وثواب متعین فرمایا ہے کہ سفر حج ایک عاشقانہ سفر بن جاتا ہے۔ ذیل کے سطور میں، حج کا اجر وثواب احادیث شریفہ کی روشنی میں، ملاحظہ فرمائے!

حج انتہائی نیک عمل ھے

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ- بیان کرتے ہیں : "سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- أَيُّ الأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ :"إِيمَانٌ بِاللهِ وَرَسُولِهِ" قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ :"جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللهِ" قِيلَ :ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ :حَجٌّ مَبْرُورٌ"(بخاری شریف، حدیث نمبر ۱۵۱۹:)

ترجمہ :نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سے اعمال اچھے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : "اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا"۔ پوچھا گیا پھر کون؟ فرمایا : "اللہ کے راستے میں جہاد کرنا"۔ پوچھا گیا پھر کون؟ ارشاد فرمایا : "حج مبرور"۔

حج مبرور کیا ھے؟

وہ حج جس کے دوران کوئی گناہ کا ارتکاب نہیں ہوا ہو۔ وہ حج جو اللہ کے یہاں مقبول ہو۔ وہ حج جس میں کوئی ریا اور شہرت مقصود نہ ہو اور جس میں کوئی فسق وفجور نہ ہو۔ وہ حج جس سے لوٹنے کے بعد گناہ کی تکرار نہ ہو اور نیکی کا رجحان بڑھ جائے۔ وہ حج جس کے بعد آدمی دنیا سے بے رغبت ہو جائے اور آخرت کے سلسلہ میں دلچسپی دکھائے۔

حج مبرور کی فضیلت:

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :"العُمْرَةُ إِلَى العُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالحَجُّ المَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الجَنَّةُ (بخاری شریف، حدیث ۱۷۷۳:، مسلم شریف، حدیث (۱۳۴۹)-۷-۴۳۷) ترجمہ : "ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک ان (گناہوں) کا کفارہ ہے، جو ان دونوں کے درمیان ہوئے ہوں، اور حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے"۔

حج پچھلے سارے گناہوں کو مٹا دیتا ہے ابن شماسہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب کہ وہ قریب المرگ تھے۔ وہ کافی دیر تک روئے، پھر انھوں نے اپنا چہرہ دیوار کی طرف کرلیا۔ اس پر ان کے صاحبزادے نے چند سوالات کیے۔ پھر انھوں نے (اپنے اسلام قبول کرنے کی کہانی سناتے ہوئے) فرمایا : جب اللہ نے میرے قلب کو نور ایمان سے منور کرنا چاہا؛ تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا : آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا داہنا دست مبارک پھیلائیں؛ تاکہ میں بیعت کروں۔ آپ ﷺ نے پھیلایا۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :اے عمرو! تجھے کیا ہوا؟ میں نے کہا : میری ایک شرط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تمہاری کیا شرط ہے؟ میں نے کہا : میری مغفرت کردی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا"أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ؟ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا؟ وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ"؟ (مسلم شریف، حدیث ۱۲۱ :- ۱۹۲) ترجمہ : "کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اسلام (قبول کرنا) پہلے (کے تمام گناہوں) کو مٹا دیتا ہے؟ ہجرت

گزشتہ گناہوں کو مٹادیتی ہے اور حج پہلے (کے کیے ہوئے گناہوں) کو مٹادیتا ہے۔

(4) حدیث پاک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ" (بخاری شریف، حدیث نمبر ۱۵۲۱) ترجمہ: "جس شخص نے اللہ کے لیے حج کیا اور اس نے (اس دوران) فحش کلامی یا جماع اور گناہ نہیں کیا؛ تو وہ (حج کے بعد گناہوں سے پاک ہو کر اپنے گھر اس طرح لوٹا، جیسا کہ اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو"۔

"رَفَث" کا معنی جماع، ہم بستری اور جو کچھ بھی شوہر و بیوی کے درمیان حالت جماع میں ہوتا ہے، جیسے بوس وکنار وغیرہ کے ہیں۔ ابوعبیدہ نے فرمایا: "رَفَث" کا مطلب "فحش کلامی" ہے۔ پھر کنایۃً جماع اور متعلقات جماع کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ (الموسوعہ الفقھیہ الکویتیہ ۲۲/ ۲۷۵)

"فِسق" سے مراد معاصی وگناہ ہے۔ " كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔ کی شرح کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کسی گناہ کے بغیر، اس کا ظاہری مطلب صغائر وکبائر (چھوٹے اور بڑے): سارے گناہوں کا معاف کیا جانا ہے"۔ (فتح الباری ۳/ ۳۸۲-۳۸۳)

بوڑھے، کمزور اور عورت کا جہاد:

(5) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جِهَادُ الْكَبِيرِ وَالضَّعِيفِ وَالْمَرْأَةِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ" (السنن الکبریٰ للنسائی، حدیث ۳۵۹۲: مسند احمد، حدیث ۹۴۵۹: السنن الکبریٰ للبیہقی، حدیث ۸۷۵۹) ترجمہ: "بڑی عمر والے، کمزور شخص اور عورت کا جہاد: حج اور عمرہ ہے"۔

(6) ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "قُلْتُ يَارَسُولَ اللهِ! أَلَا نَغْزُو وَنُجَاهِدُ مَعَكُمْ فَقَالَ: لَكِنَّ أَحْسَنَ الْجِهَادِ وَأَجْمَلَهُ الْحَجُّ، حَجٌّ مَبْرُورٌ" فَقَالَتْ عَائِشَةُ "فَلَا أَدَعُ الْحَجَّ بَعْدَ إِذْ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری شریف، حدیث ۱۸۶۱) ترجمہ: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد اور غزوہ میں شریک نہ ہوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیکن سب سے بہتر اور اچھا جہاد حج: حج مبرور ہے"۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ "جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے؛ تو اس کے بعد سے میں حج نہیں چھوڑتی ہوں"۔

حج افضل جہاد ہے:

(7) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں کہ انھوں نے کہا: يَارَسُولَ اللهِ! نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ، أَفَلَا نُجَاهِدُ قَالَ: لَا، لَكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُورٌ (بخاری شریف، حدیث ۱۵۲۰: السنن الکبریٰ للبیہقی، حدیث ۱۷۸۰۵) ترجمہ: اے اللہ کے رسول! ہم جہاد کو افضل العمل سمجھتے ہیں، تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، لیکن بہترین جہاد حج مبرور ہے"۔

فقرا ورگناہ کو مٹانے والے اعمال:

(8) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :"أَدِيمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ. فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ" (المعجم الاوسط، حدیث ۳۸۱۴:) ترجمہ : "حج اور عمرہ پر دوام برتو؛ کیوں کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو ختم کرتے ہیں، جیسا کہ دھونکنی لوہا سے زنگ کو دور کر دیتی ہے"۔

(9) ایک دوسری حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :"تَابِعُوا بَيْنَ الحَجِّ وَالعُمْرَةِ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الكِيرُ خَبَثَ الحَدِيدِ، وَالذَّهَبِ، وَالفِضَّةِ، وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ المَبْرُورَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الجَنَّةُ" (ترمذی شریف، حدیث نمبر ۸۱۰:) ترجمہ : "حج اور عمرہ ایک ساتھ کیا کرو؛ کیوں کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو مٹاتے ہیں جیسا کہ بھٹی لوہا، سونا اور چاندی سے زنگ ختم کر دیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے"۔

برائے حج خرچ کرنے کی فضیلت:

[10] حضرت ابوزہیر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا :"النَّفَقَةُ فِي الْحَجِّ كَالنَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ" (مسند احمد، حدیث ۲۳۰۰۰:، شعب الایمان، حدیث ۳۸۲۹:) ترجمہ : "حج میں خرچ کرنا اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی طرح، (جس کا ثواب) سات سو گنا تک ہے"۔

حاجیوں کی دعائیں:

[11] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :
الْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَفْدُ اللهِ تَعَالَى يُعْطِيهِمْ مَسْأَلَتَهُمْ، وَيَسْتَجِيبُ دُعَاءَهُمْ، وَيَقْبَلُ شَفَاعَتَهُمْ، وَيُضَاعِفُ لَهُمْ أَلْفَ أَلْفِ ضِعْفٍ" (اخبار مکۃ للفاکہی، حدیث ۹۰۲:)
ترجمہ : "حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالی کے مہمان ہیں، اللہ تعالی ان کی مانگ ان کو عطا فرماتا ہے، ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے، ان کی شفارش قبول کرتا ہے اور ان کے لیے ہزار ہزار گنا تک ثواب بڑھایا جاتا ہے"۔

[12] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ "الْغَازِي فِي سَبِيلِ اللهِ، وَالْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَفْدُ اللهِ، دَعَاهُمْ، فَأَجَابُوهُ، وَسَأَلُوهُ، فَأَعْطَاهُمْ (ابن ماجہ، حدیث ۲۸۹۳:) ترجمہ : اللہ کے راستے کا مجاہد اور حج وعمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں۔ اللہ نے انھیں بلایا؛ لہٰذا انھوں نے اس پر لبیک کہا اور انھوں نے اللہ تعالی سے مانگا ہے؛ تو اللہ نے ان کو نوازا ہے"۔

حج کرنے میں جلدی کیجیے:

[13] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :"تَعَجَّلُوا إِلَى الْحَجِّ - يَعْنِي: الْفَرِيضَةَ - فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي مَا يَعْرِضُ لَهُ" (مسند احمد، حدیث ۲۸۶۷:) ترجمہ : "حج یعنی فرض حج میں جلدی کرو؛ کیوں کہ تم میں کوئی یہ نہیں جانتا کہ اسے کیا عذر پیش آنے

والا ہے"۔

حج نہ کرنے پر وعید:

[14] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلَى بَيْتِ اللهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَمُوتَ يَهُودِيًّا، أَوْ نَصْرَانِيًّا، وَذَلِكَ أَنَّ اللهَ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ: "وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا"

(آل عمران ۹۷:) (ترمذی شریف، حدیث نمبر ۸۱۲:) ترجمہ: "جو شخص اتنے توشہ اور سواری کا مالک ہو جائے، جو اسے بیت اللہ تک پہنچا دے، اس کے باوجود وہ حج نہ کرے؛ تو اس کے لیے کوئی ذمے داری نہیں ہے کہ وہ یہودی ہونے کی حالت میں مرے یا نصرانی، اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالی اپنی کتاب میں فرماتا ہے: "اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا، اس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی"۔

[15] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَبْعَثَ رِجَالًا إِلَى هَذِهِ الْأَمْصَارِ، فَلْيَنْظُرُوا إِلَى كُلِّ رَجُلٍ ذِي جَدَةٍ لَمْ يَحُجَّ، فَيَضْرِبُوا عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةَ، مَا هُمْ مُسْلِمِينَ، مَا هُمْ مُسْلِمِينَ"

(السنۃ لابی بکر بن الخلال ۵ / ۴۴) ترجمہ: "میں نے ارادہ کیا کہ کچھ لوگوں کو ان شہروں میں بھیجوں، پھر وہ ان لوگوں کی تحقیق کریں کہ جنھوں نے استطاعت کے باوجود حج نہیں کیا، پھر وہ ان لوگوں پر ٹیکس لاگو کریں؛ (کیوں کہ) وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں"۔

حرف آخر:

حج کے اجر و ثواب جو احادیث مبارکہ کی روشنی میں لکھے گئے ہیں، وہ کسی بھی مسلمان کو حج و عمرہ کا شوق دلانے کے لیے کافی ہیں۔ جن مسلمانوں کو اللہ تعالی نے مال و دولت سے نوازا ہے، ان کو چاہیے کہ خود کو حج و عمرہ کے عظیم ثواب سے محروم نہ کریں؛ کیوں کہ ہم ہمہ دم نیکیوں کے حصول اور گناہوں و سیئات سے مغفرت کے سخت محتاج ہیں۔ یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ ہماری زندگی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ یہ کاغذ کی ایک ناو ہے، جہاں تک پہنچ جائے غنیمت ہے۔ آپ کی یہ ڈیڑھ دن کی زندگی چلی گئی؛ تو پھر کبھی واپس نہیں آئے گی۔ پھر حج کرنے میں کیوں تاخیر!

اسلامیات

مغربی تہذیب (مدرز ڈے)

اور قانون اسلام

محمد عثمان علیمی
سنی رضا جامع مسجد اٹوا بازار ضلع سدھارتھ نگر

اسلام ایک ایسا مثالی اور مہذب مذہب ہے جس نے تمام افراد انسانی اور تمام رشتوں کے ساتھ ساتھ ماں باپ کے حقوق کا بھی خاصا خیال رکھا ہے اور ماں باپ کو ایسی عزت و عظمت عطا فرمائی ہے کہ جس کی نظیر دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔ کبھی قرآن مجید فرقان حمید کی زبانی یوں فرمایا کہ" اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے" اف" تک نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے خوبصورت، نرم بات کہنا۔ (سورۃ الاسراء)۔ کبھی یوں فرمایا کہ" اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو"۔ اور کبھی احادیث نبوی ﷺ کی زبانی یوں رطب اللسان ہوا کہ" ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک سے یہ بات ہے کہ اولاد ان کے انتقال کے بعد ان کے لئے دعائے مغفرت کرے"۔ کبھی یوں فرمایا کہ" والدین کے مرنے کے بعد بھی ان کے حقوق باقی رہتے ہیں: ان کے لیے دعا کرنا، اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا" وغیرہ وغیرہ۔ غور کرنے کی بات ہے کہ جو مذہب بعد انتقال بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ایسا درس دے رہا ہے وہ کتنا مہذب مذہب ہوگا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اب آتے ہیں اصل موضوع پر۔ یورپ سال بھر میں ایک دن ماں کے لیے اور ایک دن باپ کے لیے مختص کر کے خود کو انسانی حقوق کا سب سے بڑا علمبردار تصور کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ماں باپ کا حق صرف ایک ہی دن کیلئے ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اللہ رب العزت قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے" وَبِالوالدَین احسانا" (اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو) اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ بیٹے پر والدین کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاو فقط Mother's Day یا Father's Day کے طور پر ایک ہی دن واجب ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ حکم الہی کے مطابق سال کے 365 دن والدین اپنی اولاد کی طرف سے حسن سلوک کے حقدار ہیں۔

حیرت کی بات یہ ہے جو یورپ "مدرز ڈے" یا" فادرز ڈے" کا تصور پیش کر کے عالمی سطح پر دنیا والوں کے سامنے خود کو انسانیت کے سب سے بڑے خیر خواہ کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ "اولڈ ایج ہومز" (वृद्धाश्रम) بھی اسی یورپ کے گھر کی پیداوار ہے اور اسی کا پیش کیا ہوا ایسا گھٹیا نظریہ ہے جس نظریے کے تحت بیٹا اپنے بوڑھے ماں باپ کو" وِردھاشرم" میں اپنے سے دور اوروں کے سہارے چھوڑ دیتا ہے۔ جبکہ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ والدین کی چاہت ہوتی ہے کہ اپنے بال بچوں کے

درمیان رہیں، اولاد اور اولاد کی اولاد کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ ذرا سوچیے جب بزرگ ماں باپ کی خدمت کر کے جنت کمانے کا موقع ہاتھ آیا تو اس بڑھاپے کے وقت میں اولاد نے اپنے بوڑھے ماں باپ کو اولڈ ایج ہوم میں ڈال کر خود کو جنت سے محروم کر لیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس شخص کی ناک خاک آلود ہو۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس کی ناک خاک آلود ہو؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنے ماں باپ دونوں، یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، پھر (ان کی خدمت کر کے) وہ شخص جنت حاصل نہ کر سکا۔ (مسلم شریف)

افسوس صد افسوس old age homes کا مغربی نظریہ اب ہمارے وطن عزیز میں بھی بڑی تیزی کے ساتھ اپنے پاوں پسار چکا ہے اور آئے دن اس کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے، جہاں تقریباً سرکاری اور غیر سرکاری بارہ سو کے آس پاس "اولڈ ایج ہومز" موجود ہیں جہاں ایک اندازے کے مطابق ستانوے ہزار بزرگوں کو پناہ دینے کی گنجائش ہے۔ کیرلا، مغربی بنگال، تمل ناڈو، مہاراشٹر اور کرناٹک میں سب سے زیادہ وردھاشرم ہیں۔

اسلامی معاشرے میں جہاں والدین کی خدمت اولاد کا فرض ہے اور والدین کو کسی نعمت سے کم تصور نہیں کیا جاتا ہے وہاں "اولڈ ایج ہومز" کو اکثر منفی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اور منفی نگاہ سے دیکھا جانا بھی چاہیے اس لیے کہ والدین اولاد کیلئے کسی نعمت الٰہیہ کم نہیں ہیں۔ جن والدین نے اپنی زندگی کے خوبصورت ایام اولاد کی تعلیم و تربیت میں گزار دیئے اور ان کی جوانی اور ان کے مستقبل کو تابناک بنانے میں اپنی جوانی کو بھی فنا کیا اور اپنے سامنے کا لقمہ کھلا کر بڑا بھی کیا اور بچوں کی خوشیوں کے لئے کیا کچھ نہ کیا بلاشبہ وہ والدین اپنی اولاد کی طرف سے ضرور بالضرور خدمت اور حسن سلوک کے مستحق ہیں اور بحمدہ تعالیٰ اس حسن سلوک پر ان کیلئے آخرت کی کامیابی اور جنت جیسی عظیم نعمت کا مژدۂ جانفزا بھی ہے۔

اس لئے یورپین مزاج اپنا کر سال میں فقط ایک دن والدین کی خدمت اور انہیں تحفے تحائف دینے کیلئے مختص نہ کریں بلکہ ہر دن حتی الوسع ان کی خدمت کریں تاکہ والدین بھی راضی ہوں اور اللہ و رسول بھی راضی ہوں۔ اور مغربی ذہنیت اپنانے سے پرہیز کریں ورنہ دونوں جہاں میں رسوائی ہی رسوائی ہوگی اس لیے کہ:

"یہی درس دیتا ہے تمہیں ہر شام کا سورج
مغرب کی طرف جاؤ گے تو ڈوب جاؤ گے"

یارعلویہ دارالافتاء

عورتوں کا جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے

از : تاج الفقہاء علامہ مفتی اختر حسین علیمی مدظلہ العالی

صدر شعبہ افتاء دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی ضلع بستی یوپی

مسئلہ از : محمد قاسم رضا وائیٹ ہاوس محلہ پھیلیا نول، پرانی سبزی منڈی، فیض آباد، یوپی

(1) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ عورتوں کا رمضان کے مہینے میں اکٹھا ہو کر با جماعت تراویح کی نماز پڑھنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ نیز ہندہ حافظہ ہے۔ اس نے ماہ رمضان میں محلہ کی عورتوں کو اکٹھا کر کے تراویح کی نماز باجماعت ادا کی۔ ہندہ کا محلہ کی عورتوں کو جمع کر کے ان کی امامت کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب

عورتوں کا نماز تراویح یا کسی نماز کے لئے جماعت کرنا مکروہ تحریمی اور ناجائز وگناہ ہے۔ چنانچہ درمختار مع شامی میں ہے: بکرہ تحریماً جماعۃ النساء ولو فی التراویح (1) اور علامہ کا سانی قدس سرہ رقمطراز ہیں : جماعتہن مکروھۃ عندنا (2)

اور چند سطر بعد فرماتے ہیں:

الأن خروجھن الی الجماعۃ سبب الفتنۃ والفتنۃ حرام وما ادی الی الحرام فھو حرام

(3) ہندہ نے مکروہ تحریمی اور ناجائز وگناہ کام کیا ہے" کما ہو معلوم بالعبارات الفقھیۃ واقوال الائمۃ

الجواب صحیح : محمد تفسیر القادری قیامی

کتبہ محمد اختر حسین قادری [27/ شوال المکرم 1422ھ]

(1) الدرالمختار مع الشامی، ج ا ص ۳۸۰ : (2) بدائع الصنائع، ج ا ص ۳۸۱ : (3) بدائع الصنائع، ج ا ص ۳۸۱ :

(2) *عورت کا عورتوں کی امامت کرنا کیسا ہے؟*

مسئلہ از : محمد زمان رضوی سمری خان کوٹ، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں کہ عید و بقرہ عید کی نماز میں مسجد میں عورت کا عورتوں کی امامت کرنا کیسا ہے اور اس موقع پر عورتوں کو کیا کرنا چاہیے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب

عورت کی امامت اور جماعت دونوں ناجائز ہیں۔ خواہ نماز پنجگانہ کی جماعت ہو یا جمعہ اور عیدین کی ہو۔ فتاوی عالمگیری میں ہے"

ویکرہ امامۃ المرأۃ للنساء فی الصلوات کلھا من الفرائض والنوافل (1) تبیین الحقائق میں ہے : کرہ

جماعة النساء وحدهن لقوله علیه السلام صلوۃ المرأة فی بیتها افضل من صلاتها فی حجرتها وصلاتها فی مخدعها افضل من صلاتها فی بیتها (2)

مراقی الفلاح میں ہے :"

ولا یحضرن الجماعات لما فیه من الفتنة" (3)

درمختار میں ہے :"بکرہ حضور من الجماعة لو لجمعة وعید مطلقاً ولو عجوز الیلا علی.

المذهب المفتی به لفساد الزمان (4)

اس میں ہے :ویکرہ تحریماً جماعة النساء (5)

لہذا عید وبقرہ عید کی نماز کے لیے عورتوں کا مسجد میں جا کر عورت کی اقتدا میں پڑھنا ناجائز ہے۔ انہیں چاہیے کہ عید کے دن اپنے اپنے گھروں میں فرداً فرداً نمازنفل پڑھیں،اور تسبیح وتہلیل کریں کہ یہ باعث ثواب وبرکت اور سبب رحمت ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح : محمد قمر عالم قادری

کتبہ : محمد اختر حسین قادری[5 / ربیع الآخر 1431ھ]

(1)الفتاوی العالمگیریة، ج ا،ص ۵۸ :

(2)تبیین الحقائق، ج ا،ص ۸۴۳ :

(3)الدر المختار مع رد المحتار، ج ا،ص ۳۸۰ :

(4)مراقی الفلاح،ص ۱۸۲ :

(5)الدر المختار مع رد المحتار، ج ا،ص ۳۸۰ :

(3)*عورتوں پر مردوں کی جماعت کا انتظار لازم نہیں*

مسئلہ از : شاہ عالم عطاری،غوثیہ مسجد،فتح نگر راویر ضلع جلگاؤں،ایم پی

عرض خدمت ہے کہ میرا استفتا کہ عورتیں کن کن وقتوں میں مردوں کی جماعت کا انتظار کریں؟ جس کے تحت آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ عورتوں کو مردوں کی جماعت کا انتظار لازم نہیں ہے مگر سنی بہشتی زیور میں 'درمختار' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عورتوں کے لیے فجر کی نماز اول وقت میں مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں۔اس کا کیا مطلب ہے؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

میرے فتوی میں لازم نہیں ہے" کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کی جماعت ہو جانے کا انتظار کرنا عورتوں پر واجب نہیں ہے اور آپ کی محولہ کتاب میں مستحب و بہتر کا لفظ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اگر عورتیں مردوں کی جماعت کا انتظار کرلیں تو اچھا ہے،اور اگر نہ کریں تو کوئی حرج وگناہ نہیں ہے۔لہذا دونوں باتوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ انتظار کرنا بہتر ہے۔واجب ولازم نہیں ہے۔اس لیے دونوں کلام میں کوئی تعارض وتناقض نہیں ہے۔واللہ تعالی اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب.

الجواب صحیح : محمد قمر عالم قادری

کتبہ محمد اختر حسین قادری

[29 / ذی قعدہ 1422ھ]

(4)*محراب مسجد میں امام کہاں کھڑا ہو؟*

مسئلہ از : محمد شبیر احمد نظامی،تنویر الاسلام امرڈوبھا،سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اہل سنت مندرجہ ذیل مسئلہ

کے بارے میں کہ محراب مسجد جو خاص امام کے لئے ہے اس کے اندرونی حصے میں کھڑے ہو کر نماز پڑھاتا ہے تو کیا قباحت ہے یا نہیں۔ نیز حدود محراب کی توضیح فرمائیں، نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا.

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب

امام کا بے ضرورت محراب کے اندر اس طرح کھڑا ہونا کہ پاؤں محراب کے اندر ہو مکروہ ہے۔ ہاں پاؤں باہر اور سجدہ محراب کے اندر ہو تو کراہت نہیں۔

علامہ علاء الدین، حصکفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

کرہ قیام الإمام فی المحراب لا سجودہ فیہ وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم

(1) اور محراب درحقیقت مسجد میں وہ مقام ہے جو وسط مسجد میں ہوتا ہے۔ یہ محراب صوری اس کی علامت ہے، اور اس محراب صوری یعنی طاق کا پورا حصہ درمیانی خلا اور دیوار میں جہاں سے طاق کی بناوٹ کا آغاز ہے، اس کے مقابل نیچے فرش کا حصہ سب حد محراب ہے۔ مگر یہ اسی صورت میں ہے جب کہ محراب بصورت طاق ہو ورنہ وہیں وسط مسجد محراب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

[5 ربیع الاول 1429 / ھجری]

(1) الدر المختار مع رد المحتار، ج 1 ص ۴۷۷ :

(5) *حرمین طیبین میں نجدی امام کے پیچھے ہرگز، ہرگز، نماز نہ پڑھیں*

مسئلہ از: الحاج محمد سمیع اللہ رضوی محلہ بھر پروا گورکھپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں دونوں جگہ پانچگانہ جماعت ہوتی ہے جس میں لاکھوں آدمی شریک ہوتے ہیں۔ اور یہ مسئلہ سب کو معلوم ہے کہ کعبہ شریف میں ایک نیکی کرنے کا ثواب ایک لاکھ مرحمت ہوتا ہے اور مدینہ منورہ میں ایک نیکی کرنے کا ثواب پچاس ہزار ہوتا ہے۔ (موجودہ زمانے میں) مسجد نبوی میں اور کعبہ شریف کا امام نجدی ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں نماز کیلئے پڑھیں یا جماعت سے؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب

شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

آج کل مسلمانوں کی بدقسمتی سے حجاز مقدس پر نجدیوں کی حکومت ہے۔ یہ مہدی عقائد کے اعتبار سے گمراہ، بددین ہیں بلکہ جمہور فقہا کے طور پر کافروں کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں صرف یہی مسلمان ہیں۔ ان کے علاوہ دنیا کے سارے مسلمان کافر ومشرک ہیں۔ جیسا کہ دیوبند کے سابق شیخ الحدیث مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے الشہاب الثاقب میں لکھا ہے اور یہ متفق علیہ ہے کہ جو ساری دنیا کی تو بڑی بات ہے کسی ایک مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث اور فقہ کی کثیر عبارتیں اس پر شاہد ہیں اور نماز صحیح ہونے کے لیے ایمان شرط ہے۔ جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی؟ اس

لیے مسلمانوں کو نجدی امام کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہیں پڑھنی چاہیے۔(1) البتہ اگر کسی سنی صحیح العقیدہ لائق امامت کی اقتدا میسر ہو جائے تو اس کی جماعت میں شریک ہو جائے ورنہ تنہا پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح : محمد قمر عالم قادری
کتبہ : محمد اختر حسین قادری
[19/ ذی قعدہ1430ھ]

(1) نزہۃ القاری، ج ۳ ص ۱۵۷ :

(6)٭گھر میں اپنے لڑکوں کے ساتھ جماعت کرنے کا حکم٭

مسئلہ از : محمد ابو قتادہ رضوی امجدی محلہ بدہیانی خلیل آباد، کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام درج ذیل مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص اپنے لڑکوں کے ساتھ اپنے گھر میں ہی نماز با جماعت پڑھے تو وہ جماعت کا ثواب پائے گا یا نہیں؟ اور وہ تارک جماعت ہوگا یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ وتقدس
الجواب بعون الملک الرہاب.

اگر امام مسجد سنن و مستحبات کے ساتھ مکمل طور پر نماز ادا نہیں کرتا ہے تو گھر پر لڑکوں کے ساتھ جماعت کر لینا افضل ہے اور اگر امام سنن و مستحبات کی تعمیل کرتا ہے تو افضل یہ ہے کہ مسجد میں جماعت سے پڑھے پھر بھی ایسی صورت میں اگر گھر پر اپنے لڑکوں کے ساتھ مل کر جماعت کر لیتا ہے تو جماعت کی فضیلت اور ثواب پائے گا اور تارک جماعت نہ ہوگا غمز عیون البصائر میں ہے۔

قوله من جمع بأهله لا ينال ثواب الجماعة يعنى التى تكون فى المسجد لزيادة فضيلة و تكثير جماعة واظهار شعائر الإسلام، واما اصل الفضيلة وهى المضاعفة بسبع و عشرين درجة ، فحاصلة بصلاة جماعة فى بيته على هيئة الجماعة الكائنة فى المسجد. فالحاصل ان كل ما شرع فيه الجماعة، فالمسجد فيه افضل لما اشتمل عليه من شرف المكان، واظهار الشعائر ، وتكثير سواد المسلمين و التلاف قلوبهم وينبغى ان يقيد هذا بما اذا تساوت الجماعتان فى استكمال السين والآداب. واما ان كانت الجماعة فى البيت اكمل ، كما اذا كان امام المسجد يخل ببعض الواجبات كما فى كثير من ائمة الزمان والله المستعان فالجماعة فى البيت افضل كذا فى شرح البرهان الحلبى " على "منية المصلى" (1) والله تعالى اعلم بالصواب.

کتبہ محمد اختر حسین قادری
خادم : دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی ضلع بستی

[عصر حاضر]

آبِ شیریں ہی زہرِ قاتل؟

مولانا محمد قاسم القادری گھوسوی

مذہب اسلام آفاقی مذہب ہے جہاں کہیں بھی ہو اپنے حسن و صداقت کی عطر بیزیاں کرتا نظر آتا ہے۔ نظام اسلام ایسا لچیلا قانون ہے جس کے لیے کوئی خطہ، قریہ، علاقہ، ملک یا براعظم مخصوص نہیں بلکہ دنیا کے جس کونے میں ہو وہاں کی آب و ہوا، شام و سحر کے مطابق منظم قانون عطا کرتا ہے۔ یہ خالص اعتقاد اور آستھا پر ٹکا ہوا دین نہیں بلکہ عقلی دلائل و براہین اس کا اہم ترین رکن ہیں۔

دین ہمیشہ غالب رہا ہے اور رہے گا۔ اللہ رب العزت نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے تو کبھی اپنے متبعین سے کام لیتا ہے اور حق کو واضح کرتا ہے کبھی منکرین سے بھی۔

لیکن اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ باطل کی تعریف و توصیف مدح و ستائش کی جائے۔ اس کے قصیدے گائے جائیں اس کے کارنامے گنائے جائیں۔ بھولی بھالی عوام کو ان کا تابع دار اور فالور بنایا جائے۔ اور کفر و گمرہی کے تاریک گڈھے میں ڈھکیلا جائے

آج کچھ علماء کو دیکھا جا رہا ہے بلا کسی فکر و تامل کے قصیدے پڑھے جا رہے ہیں۔ غیر ضروری تحریر و تصاویر کو نشر کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے ہیں۔ نہ انہیں یہ خبر کہ اس سے عوام پر کیا اثر پڑے گا نہ یہ فکر کہ ان کے ایمان میں تذبذب پیدا ہوگا۔ دل میں باطل سے محبت و انسیت کا شوق پیدا ہوگا۔

وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُۙ-وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ(113)

ترجمۂ کنز الایمان

اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں پھر مدد نہ پاؤ گے۔

صد افسوس! قرآن نے جن کی پرچھائیوں سے دور رہنے کا حکم دیا ہم انکو سروں پر بٹھائے جا رہے ہیں*

وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖؕ-وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ(68)

ترجمۂ کنز الایمان:

اور اے سننے والے جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں پڑتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک اور بات میں پڑیں اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

پوچھیے ایسا کیوں؟

تو جواب ملتا ہے اگرچہ باطل نظریات رکھتا ہے لیکن ایک منٹ کو مان لیجیے بہت اچھا بولتا ہے۔ بڑے مضبوط استدلال کرتا ہے۔

وغیرہ وغیرہ

ہم کیوں ایک منٹ کو مان لیں۔کیا آپ اپنی جان کو ایک منٹ کے لیے جسم سے جدا کرنے کو مان سکتے ہیں۔نہیں! تو پھر ہم گستاخ و باطل کو ایک منٹ کیسے مان لیں۔

بعض کا کہنا یہ کہ ہم ان سے اچھی چیزیں لے لیتے ہیں، طرز استدلال سیکھتے ہیں۔بولنے کا ہنر سیکھتے ہیں۔جواب دینے کا سلیقہ اخذ کرتے ہیں۔

ارے اللہ کے بندے! اب تم کو لعل و گہر کچرے سے ہی حاصل ہونے لگے۔تمہارے پاس خود جو خزانے موجود ہیں ان میں کب تلاش کروگے۔یا صرف اپنی بے مائیگی کو بڑوں کے دامن کا داغ بناتے رہوگے۔اور یتیمی کا رونا روتے رہوگے کہ ہمارے پاس کون ہے؟ اتنا قابل کوئی ہے ہی نہیں۔

الحمدللہ الکریم ہماری جماعت میں بہت سے قابل لوگ ہیں۔

لیکن اگر بالفرض فرض مان بھی لیا جائے کہ تمہاری حیثیت اور قد کا کوئی نہیں مل رہا ہے تو تم خود اس قابل بنو نہ۔اس پر یہ مت کہہ دینا کہ اسی لیے تو انکو دیکھتے سنتے ہیں تاکہ سیکھیں۔

اس حوالے سے صراط الجنان میں فتاوی رضویہ شریف سے جو نقل کیا گیا منصف مزاج کے لیے کافی ہے۔ملاحظہ ہو!

”یاد رہے کہ بدمذہبوں کی محفل میں جانا اور ان کی تقریر سننا ناجائز و حرام اور اپنے آپ کو بدمذہبی و گمراہی پر پیش کرنے والا کام ہے۔ان کی تقاریر آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل ہوں خواہ احادیثِ مبارکہ پر، اچھی باتیں چننے کا زعم رکھ کر بھی انہیں سننا ہرگز جائز نہیں۔عین ممکن بلکہ اکثر طور پر واقع ہے کہ گمراہ شخص اپنی تقریر میں قرآن و حدیث کی شرح و وضاحت کی آڑ میں ضرور کچھ باتیں اپنی بدمذہبی کی بھی ملا دیا کرتے ہیں، اور قوی خدشہ بلکہ وقوع کا مشاہدہ ہے کہ وہ باتیں تقریر سننے والے کے ذہن میں راسخ ہو کر دل میں گھر کر جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گمراہ و بے دین کی تقریر و گفتگو سننے والا عموماً خود بھی گمراہ ہو جاتا ہے۔ہمارے اسلاف اپنے ایمان کے بارے میں بے حد محتاط ہوا کرتے تھے، لہٰذا باوجود یہ کہ وہ عقیدے میں انتہائی مُتَصَلِّب و پختہ ہوتے پھر بھی وہ کسی بدمذہب کی بات سننا ہرگز گوارا نہ فرماتے تھے اگرچہ وہ سو بار یقین دہانی کراتا کہ میں صرف قرآن و حدیث بیان کروں گا۔چنانچہ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس بارے میں اسلاف کا عمل نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں : ”سیدنا سعید بن جبیر شاگردِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو راستہ میں ایک بدمذہب ملا۔کہا، کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔فرمایا، میں سننا نہیں چاہتا۔عرض کی ایک کلمہ۔اپنا انگوٹھا چھنگلیا کے سرے پر رکھ کر فرمایا، ”وَلَا نِصْفَ کَلِمَۃٍ“ آدھا لفظ بھی نہیں۔لوگوں نے عرض کی اس کا کیا سبب ہے۔فرمایا، یہ ان میں سے ہے یعنی گمراہوں میں سے ہے۔

امام محمد بن سیرین شاگردِ انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس دو بدمذہب آئے۔عرض کی، کچھ آیات کلام اللہ آپ کو سنائیں! فرمایا، میں سننا نہیں چاہتا۔عرض کی کچھ احادیثِ نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سنائیں! فرمایا، میں سننا نہیں چاہتا۔ انہوں نے اصرار کیا۔فرمایا، تم دونوں اٹھ جاؤ یا میں اٹھ جاتا ہوں۔ آخر وہ خائب و خاسر چلے گئے۔لوگوں نے عرض کی : اے امام! آپ کا کیا حرج تھا اگر وہ کچھ آیتیں یا حدیثیں سناتے؟ فرمایا، میں نے خوف کیا کہ وہ آیات و احادیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویل لگائیں اور وہ میرے دل میں رہ جائے تو ہلاک ہو جاؤں۔

پھر فرمایا ''ائمہ کو تو یہ خوف اور اب عوام کو یہ جرأت ہے، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ دیکھو! امان کی راہ وہی ہے جو تمہیں تمہارے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نے بتائی، اِیَّاکُمْ وَاِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ۔

ان (بدمذہبوں) سے دور رہو اور انھیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ دیکھو! نجات کی راہ وہی ہے جو تمہارے رب عَزَّ وَجَلَّ نے بتائی،

"فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ

(انعام ۶۸ :)

یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔

بھولے سے ان میں سے کسی کے پاس بیٹھ گئے ہو تو یاد آنے پر فورا کھڑے ہو جاؤ۔ (فتاویٰ رضویہ، ۱۵/۱۰۶،۱۰۷ ملخصاً)''

" لا تجالسوھم، ولا تشاربوھم، ولا تؤاکلوھم ولا تناکحوھم".

یعنی بدمذہبوں کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، نہ کھانا کھاؤ، ان سے شادی بیاہ نہ کرو۔

بڑے بڑے اپنے وقت کے ایمان و اعتقاد میں مضبوط جب بد مذہبوں کو منھ نہیں لگاتے تھے۔ ایک حرف ان سے سننا برداشت نہیں کرتے تھے۔ تو ہمیں کیا کرنا چاہئے! لیکن افسوس آج ہمارا حال یہ کہ ہم اپنوں سے زیادہ انکو سن رہے ہیں۔ ہمیں سارا علم وہنر انہیں میں نظر آرہا ہے۔ جو کچھ ملنا ہے بس انہیں سے ملنا ہے اپنے پاس کچھ رہ ہی نہیں گیا۔

سوشل میڈیا پر بدمذہبوں کو سننا ان کے ساتھ بیٹھنے کے مترادف ہے۔

اعلیٰ حضرت کی ملفوظ شریف سے چند اقتباسات :

''عرض : اکثر لوگ بدمذہبوں کے پاس جان بوجھ کر بیٹھتے ہیں۔ ان کا کیا حکم ہے۔

ارشاد : حرام اور بدمذہب ہو جانے کا اندیشہ کامل، اور دوستانہ ہو تو دین کے لیے زہرِ قاتل۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : انہیں اپنے سے دور کرو اور ان سے دور بھاگو وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالیں۔

اور اپنے نفس پر اعتماد کرنے والا بڑے کذاب پر اعتماد کرتا ہے

انھا اکذب شئ اذا حلفت فکیف اذا وعدت نفس

اگر کوئی بات قسم کھا کر کہے تو سب سے بڑھ کر جھوٹا ہے نہ کہ جب خالی وعدہ کرے۔

صحیح حدیث میں فرمایا : دجال نکلے گا، کچھ اسے تماشے کے طور پر دیکھنے جائیں گے کہ ہم تو اپنے دین پر مستقیم ہیں، ہمیں اس سے کیا نقصان ہوگا؟ وہاں جا کر ویسے ہو جائیں گے۔''

(ملفوظ شریف ص ۲۷۷)

* بدمذہبوں کی پوسٹیں شیئر کرنا انکی اعانت ہے۔ پھر اس کا کیا حکم کہ شیئر کرنا اور لوگوں کو دیکھنے کی دعوت بھی دینا؟ *

'' بھڑ (مکھی) کے کاٹنے سے ایک ذراسی تکلیف ہوتی ہے۔ اگر کہیں اسے زمین پر پڑا دیکھیں کہ اس کا ایک پاؤں یا پر بیکار ہو گیا ہے اور اس میں طاقتِ پرواز نہیں ہے تو اس پر رحم کیا جاتا ہے یا کہ پیر سے مسل دیتے ہیں تو خدا اور رسول ﷺ کی شان میں گستاخیاں کریں اور ان سے دشمنی وعداوت وہ قابل رحم ہیں؟ عوام کی یہ حالت ہے کہ ذرا کسی کو ننگا محتاج دیکھا سمجھے کہ قابل رحم ہے، خواہ خدا اور رسول کا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ فرماتے ہیں ذراسی اعانت کافر کی کرنی حتی کہ اگر وہ راستہ پوچھے

اور کوئی مسلمان بتادے اتنی بات اللہ تعالیٰ سے اس کا علاقہ قبولیت قطع کردیتی ہے۔"

(ملفوظ شریف ص ۱۶٦)

آخر میں اس چشم کشا اقتباس کو دیکھیں امام کیا فرماتے ہیں۔

"اکابر کی حالت تو یہ اور اب یہ حالت ہے کہ جاہل سا جاہل چپٹا پڑتا ہے آریوں سے وہابیوں سے اور کچھ خوف نہیں کرتا۔ جو تمام فنون کا ماہر ہو، تمام پیچ جانتا، پوری طاقت رکھتا ہو، تمام ہتھیار پاس ہوں اس کو بھی کیا ضرور کہ خواہ مخواہ بھیڑیوں کے جنگل میں جائے، ہاں اگر ضرورت ہی آپڑے تو مجبوری۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے ان ہتھیاروں سے کام لے"

(ملفوظ شریف ص ٤۳٤)

خود کو نہیں! بس اپنوں کو کوسنے والے ناشکروں کو یہ اقتباس بار بار پڑھنا چاہیے۔ ذرا دیکھیں تو سہی جن کے سینوں میں علم کا بحرذ خار ہوتا تھا، ہمہ جہت ہوا کرتے تھے وہ بھی کس قدر احتیاط سے کام لیا کرتے تھے، اور بے ضرورت محث ومباحثہ سے کس قدر بچتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ہم بحث میں خود سے پڑیں گے تو باطل تو شکست کھائے گا ہی، لیکن اس کے پیچھے کتنے فتنے اٹھیں گے۔ عوام کا ایمان کس قدر خطرے میں پڑ جائے گا۔ اشکالات وخرافات کا دروازہ کھلے گا۔ وغیر ذلک

اور یہ کہنا کہ ہمارے پاس کوئی نہیں۔ ہم میں کون ہے؟ کسی کی کوئی تیاری نہیں ہے۔ سنجیدہ لوگ ہم میں نہیں پائے جاتے۔

یہ تو ایسے ہی سورج دیکھتے ہوئے کہنا دن ہے ہی نہیں۔ پھر تو اپنی نظروں کا قصور ہے۔

ہمارے پاس بھی سنجیدہ لوگ ہیں، جامع معقولات ومعقولات بھی ہیں، دینیات وعصریات پر گہری نظر رکھنے والے بھی موجود ہیں لیکن اگر ہماری کوتاہ نظر کسی بددین، بے دین کو ہی تلاش کرے یا اس پر ٹھہر جائے تو اس میں نظر کا قصور ہے، اپنا قصور ہے۔ آپ صرف ایک مناظرہ کو لائیو دیکھ کر سمجھ گیے کہ اہلسنت وجماعت میں کوئی نہیں ہے۔ گویا آپ نے سب کو اپنی ہی طرح سمجھ لیا ہے۔

* اپیل: اہل علم اور معزز حضرات کی بارگاہ میں دردمندانہ گزارش ہے آپ زہر قاتل کو آب شیریں نہ سمجھیں، اور عوام میں بالکل نشر نہ کریں۔ عوام کالانعام، کون سی چیز انکو بھا جائے دل میں اتر جائے معلوم نہیں۔ اتنا ضرور خیال رکھیں کہ آپ عوام کے مقتدا ہیں، آپ جسے تل سمجھ کر شیئر کریں گے عوام اس تل کا پہاڑ سمجھے گی کہ ہمارے مولانا صاحب نے شیئر کیا ہے تو اچھی ہی چیز ہوگی۔ اور پھر خدا ہی ملا نہ وصال صنم *

اللہ رب العزت حامی وناصر ہو۔

ایمان کے ساتھ خاتمہ بالخیر فرمائے۔

آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

[فکرامروز]

مسلم لڑکیوں

کا غیر مسلم لڑکوں سے تعلق وارتداد کا خطرہ

ازقلم : چراغ علی شاہدی
ایم ایس او میڈیا انچارج ضلع رامپور

آج کا دور فتنوں سے بھرپور ہے۔ میڈیا، موبائل، سوشل میڈیا یا فلمی دنیا اور آزاد خیالی نے مسلم معاشرے کی جڑیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔ خاص طور پر مسلم لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد آج دین سے دور ہو رہی ہے، غیر مسلم لڑکوں کے عشق میں گرفتار ہو کر وہ نہ صرف گناہوں میں ملوث ہو رہی ہیں بلکہ کئی ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔

حقیقی مشاہدہ آنکھیں نم ہو گئیں:

آج صبح کی بات ہے، جب میں اور میرے ساتھی مولانا اویس صاحب مدرسہ سے چھٹی کے بعد گھر جا رہے تھے، تو اچانک ہماری نظر ایک موٹر سائیکل پر پڑی، جس پر نقاب میں ایک لڑکی بیٹھی تھی اور ایک غیر مسلم لڑکا گاڑی چلا رہا تھا، جس کے ہاتھ میں کڑا (bracelet) واضح نظر آرہا تھا۔

ہمیں شک ہوا تو ہم نے موٹر سائیکل کا نمبر چیک کیا تو وہ واقعی غیر مسلم لڑکے کے نام پر نکلی۔ پھر تھوڑی دور چلنے کے بعد ہم نے دیکھا کہ وہ دونوں ایک ہوٹل میں، جو واٹا شوروم کے اوپر واقع ہے، داخل ہو گئے۔ اس منظر نے ہماری آنکھیں نم کر دیں، دل بھر آیا، کہ ایک مسلم لڑکی کہاں جا رہی ہے اور کس کے ساتھ جا رہی ہے؟ کیا وہ جانتی ہے کہ وہ کس اندھیرے کی طرف قدم بڑھا رہی ہے؟

قرآن کا انتباہ:

> "وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا"

(البقرۃ 221:)

ترجمہ: ”اور اپنی عورتوں کا نکاح مشرک مردوں سے نہ کرو، جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔“

نبی کریم ﷺ کا فرمان: "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ"

(ابوداؤد)

ترجمہ: ”جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، وہ انہی میں سے ہوگا۔“

یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟

دین کی بنیادی تعلیمات سے لاعلمی،

والدین کی تربیت میں کوتاہی، موبائل اور سوشل میڈیا کا غلط استعمال، فلموں، ڈراموں، انسٹاگرام ریلس اور نیٹ فلیکس کا زہر، یا مخلوط تعلیم اور بے پردگی کا عام ماحول، شادیوں کے غیر شرعی، مہنگے اور پیچیدہ رسم و رواج، مسلمانوں کے بیچ نکاح و شادی کی بڑھتی ہوئی غیر شرعی و غیر ضروری رسمیں بھی بہت حد تک اس فتنہ میں محرک ہیں۔ فی الحال ان کا بنیادی نقصان یہ ہو رہا ہے کہ مفلوک الحال گھرانوں کی بیٹیوں کے لئے اب معیاری رشتے تقریباً ناپید سے ہو گئے ہیں۔ اس لئے سماجی طور پر ”نکاح آسان کرو اور زنا مشکل“ جیسے نعروں کے ساتھ محلے محلے، بستی بستی اور شہر شہر ایک

متفقہ تحریک کے ساتھ نکلا جائے۔

فتنہ ارتداد کا بڑھتا سیلاب:

ایمان کے بغیر محبت کا انجام صرف تباہی اور بربادی ہے۔ آج یہ تعلقات صرف وقتی خوشی نہیں، بلکہ ایمان کا سودا بن چکے ہیں۔ کچھ لڑکیاں شادی کے بعد مذہب چھوڑ دیتی ہیں، کچھ کو زنا کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، اور اکثر کو بے دردی سے استعمال کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

علماء کی اہم ذمہ داریاں (تفصیل کے ساتھ):

(1) امت کو فتنے سے خبردار کریں

بیانات، دروس، خطبات جمعہ اور جلسوں میں یہ موضوع مستقل شامل ہونا چاہیے۔ (2) اسلامی غیرت کو زندہ کریں، بیٹیوں کی بے پردگی، غیر مسلموں سے دوستی، اور ارتداد جیسے موضوعات پر دلوں کو جھنجھوڑنے والے بیانات دیں۔ (3). اصلاحی نشستیں رکھیں، نوجوان بچیوں اور لڑکوں کے لیے خصوصی دینی، اخلاقی وسماجی تربیتی نشستیں منعقد کریں۔ (4). والدین کی رہنمائی کریں۔ انہیں اپنی اولاد کی دینی تربیت کے لیے تیار کریں اور دینی کونسلنگ فراہم کریں۔

(5) سوشل میڈیا کا مؤثر استعمال کریں

اسلامی ویڈیوز، کلپس، ریلس و بیان کے ذریعے دلوں تک پیغام پہنچائیں۔ (6) لوکل سطح پر مؤثر کمیٹیاں بنائیں، نوجوانوں کی نگرانی اور تربیت کے لیے مسجد ومدرسہ سطح پر کمیٹیاں بنائی جائیں۔

(7) غیرت دلاو، نفرت نہ پھیلاو، انداز ایسا ہو کہ گناہ سے نفرت ہو، مگر گناہگار کے لیے توبہ کی امید باقی رہے۔ (8) مرتد ہونے والوں کی اصلاح کی کوشش کریں، نرمی اور حکمت کے ساتھ ایسی لڑکیوں کو واپس لانے کی تدبیریں کی جائیں۔

والدین کی ذمہ داریاں: بیٹیوں پر اعتماد کے ساتھ نظر رکھیں، ان کے موبائل اور سوشل میڈیا یا سرگرمیوں کو جانیں، گھر کو دینی وروحانی ماحول بنائیں، بیٹیوں کو اسلام کو محبت سے سکھائیں اور وقت دیں،

خاتمہ اور پکار:

یہ وقت محض افسوس کا نہیں، عملی بیداری کا ہے۔ اگر ہم نے اپنی لڑکیوں کو نہ سنبھالا، تو نہ دین بچے گا، نہ نسل۔ اپنی بیٹیوں کو اسلام کا تاج پہنائیں، محبتِ رسول ﷺ کا جام پلائیں، اور دنیا کی چمک دمک سے محفوظ کریں۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا" (التحریم 6:)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔" خلاصہ کلام یہ ہے کہ "العلماء ورثۃ الانبیاء" (علماء، انبیاء کے وارث ہیں) نبی ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے لیے سب سے زیادہ خطرناک فتنے عورتوں کے فتنے ہوں گے، تو اب علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس خطرے کے آگے علم، غیرت، عمل، اور اخلاص کی دیوار بن جائیں۔

[فکر فردا]

مساجد و مدارس

میں ائمہ کرام پر بڑھتا ہوا ظلم وستم

مولانا مفتی محمد پرویز عالم فیضی

ائمہ، موذنین اور خدام مساجد کی اس درجہ اہمیت و فضیلت کے باوجود آج بہ کثرت دیکھنے میں آرہا ہے کہ متولیان مساجد و ذمہ داران مدارس کی جانب سے ان حضرات کی مسلسل توہین وتنقیص ہورہی ہے، ان کے حقوق کی ادائیگی میں غفلت و سستی برتی جارہی ہے؛ بلکہ ان کو ستانے اور تکلیف پہنچانے کے بہانے تلاشے جارہے ہیں، ان پر سی سی ٹی وی کی طرح نگرانی کی جارہی ہے اور وقتاً فوقتاً ان کی عزت نفس کو مجروح کیا جارہا ہے یہ امر نہایت ہی افسوس ناک بات اور قابل مذمت ہے۔

یاد رکھیں! جب کسی عام مسلمان کی توہین کرنا، اسے حقارت کی نظر سے دیکھنا اور اس پر الزام لگانا جائز نہیں تو ہمارے مساجد کے ائمہ کرام، و مکاتب و مدارس کے مدرسین کرام جو قابل قدر دینی فرائض کی انجام دہی کے سبب معاشرہ میں نمایاں اور اعلی مقام رکھتے ہیں، ان کی توہین کرنا، انھیں ستانا اور ان کو مدرسہ یا مسجد سے نکالنے کے لئے ان پر جھوٹے الزام لگانا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ جس کی بنیاد پر ائمہ کرام اب مصلی امامت چھوڑ کر بزنس یا دیگر کام کرنے کو ترجیح دے رہے ہیں، قلیل تنخواہ میں امامت، بچوں کو پڑھانا، اذان دینا، 24 گھنٹے کی ساری ذمہ داری اٹھانے کے باوجود ائمہ کرام کو ستانا، تنخواہ روک لینا، ان سے کمیٹی والے اپنی تابع داری کروانا وغیرہ شامل ہے۔

مسجد کی اہمیت:

خانۂ خدا، مرکز اسلام اور روئے زمین کے مقدس ترین مقامات میں سے ایک ہے، اللہ تعالی نے اسے اپنی جانب سے خصوصی عزت وشرف سے نوازا ہے، اور قرآن مجید میں جگہ جگہ مسجد اور اس سے منسوب افراد کا تذکرہ کیا ہے، خود نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کرتے ہوئے جب قباء نامی مقام پر پہنچے تو سب پہلے مسجد قبا بنائی اور جب مدینہ طیبہ میں فروکش ہوئے تب بھی اولین فرصت میں مسجد نبوی کی تعمیر کا قصد کیا اور صحابہ کرام کے ساتھ خود بھی بناء مسجد میں حصہ لیا۔

یہ حقیقت ہے کہ نسبت کی بنیاد پر مراتب و درجات میں غیر معمولی تفاوت ہوجاتا ہے، کوئی شئ فی نفسہٖ معمولی دکھائی دیتی ہے؛ مگر اس کی نسبت اللہ اس کے رسول اور ان کے نزدیک محبوب چیزوں سے ہوجاتی ہے تو پھر اس کی عظمت میں چار چاند لگ جاتے ہیں اور "کلاہِ گوشۂ دہقاں آفتاب" تک پہنچ جاتی ہے۔ یہی حال ائمہ مساجد موذنین اور خدام مساجد نیز مدارس کے اساتذہ کرام کا ہے کہ یہ حضرات عام طور پر حافظ قرآن، عالم دین اور عابد وزاہد متقی ہونے کی بنا پر ویسے بھی شرف وفضیلت کے حامل ہوتے ہیں؛ مگر مسجد کی نسبت سے ان کا مقام عالی اور ان کا مرتبہ بلند ہوجاتا ہے۔

منصب امامت کی اہمیت :

اسلام میں منصب امامت کی بڑی اہمیت ہے، یہ ایک باعزت، باوقار اور قابل قدر دینی شعبہ ہے، یہ مصلّی پر کھڑا ہونا بڑی اہم ذمہ داری ہوتی ہے، امام نائب رسول ہے نیز اللہ رب العزت اور مقتدیوں کے درمیان قاصد اور ایلچی کی حیثیت رکھتا ہے؛ اس لیے احادیث میں کہا گیا ہے کہ تم میں جو سب سے بہتر ہو اسے امام بنانا چاہیے۔ اسی طرح حدیث پاک میں ہے : اگر تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہاری نماز درجۂ قبولیت کو پہنچے تو تم میں جو بہتر اور نیک ہو، وہ تمہاری امامت کرے، کیوں کہ وہ تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان قاصد ہے۔ (شرح نقایہ ۱/۶۸ والاولی بالا مامۃ الخ) جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ تم میں جو سب سے بہتر ہو، اس کو امام بناو کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان ایلچی ہے (حوالہ بالا)

ایک اور موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا :

امامت کا زیادہ حق دار وہ ہے جو امور دین کا زیادہ جاننے والا ہو (خصوصاً نماز سے متعلق مسائل سے سب سے زیادہ واقف ہو) پھر وہ شخص جو تجوید سے پڑھنے میں زیادہ ماہر ہو، پھر جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو، پھر وہ جو عمر میں بڑا ہو، پھر وہ جو اچھے اخلاق والا ہو، پھر وہ جو خوبصورت اور باوجاہت ہو، پھر وہ جو نسباً زیادہ شریف ہو، پھر وہ جس کی آواز اچھی ہو، پھر وہ جو زیادہ پاکیزہ کپڑے پہنتا ہو۔۔۔

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ امامت کا منصب کوئی معمولی منصب نہیں ہے؛ بلکہ امام قوم میں سب سے افضل و برتر اور ان کی نمازوں کا ضامن و ذمہ دار ہے؛ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد امر خلافت کو لے کر صحابہ کرام کے درمیان اختلاف ہوا، تو بالاتفاق حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہہ کر خلیفہ منتخب کیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مرض وفات میں قوم کی نماز کا امام بنایا تھا۔

منصب امامت کے افضل ہونے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”بعض سلف کا قول ہے : انبیاء علیہم السلام کے بعد علماء سے افضل کوئی نہیں اور ان کے بعد نماز کے امام سے افضل کوئی نہیں؛ کیونکہ یہ تینوں فریق (انبیاء، علماء اور ائمہ) اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق مابین رابطے کا ذریعہ ہیں۔ انبیاء علیہم السلام تو اپنی نبوت کے باعث، علماء علم کی وجہ سے، اور ائمہ کرام دین کے سب سے زیادہ اہم رکن کے سبب“۔ (احیاء العلوم)

موذنین کی عظمت شان:

اذان اسلام کا اہم شعار ہے، اس کی اہمیت اور عظمت مسلم ہے، اسی نسبت سے مؤذن کا بھی بہت اونچا مقام ہے، احادیث میں موذن کی فضیلت کے سلسلے میں متعدد روایتیں وارد ہیں، چند روایتیں ملاحظہ ہوں:

(1) عبدالرحمن بن ابی صعصعہ کہتے ہیں کہ مجھے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا : میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں بکریوں اور جنگل میں رہنا پسند ہے، اس لیے جب تم جنگل میں اپنی بکریوں کو لئے ہوئے موجود ہو اور نماز کے لئے اذان دو تو تم بلند آواز سے اذان دیا کرو، کیوں کہ جن

وانس بلکہ تمام ہی چیزیں جو اذان کی آواز سنتی ہیں قیامت کے دن اس پر گواہی دیں گی۔ (صحیح بخاری)

(2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جو اذان دینے اور پہلی صف میں کھڑے ہونے کی کتنی فضیلت ہے پھر وہ اس پر قرعہ اندازی کیے بغیر کوئی چارہ نہ پائیں تو وہ اس پر ضرور قرعہ اندازی کریں اور اگر وہ جان لیں کہ (نماز کے لیے) اول وقت آنے میں کیا فضیلت ہے تو وہ ضرور اس کی طرف دوڑ کر آئیں، اور اگر وہ جان لیں کہ نماز عشا اور نماز فجر کی کتنی فضیلت ہے تو وہ ضرور ان میں شریک ہوں، اگر چہ انھیں سرین کے بل گھسیٹ کر آنا پڑے۔ (صحیح بخاری)

(3) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مؤذن کی گردن کو تمام مخلوق سے بلند فرمادے گا، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤذن کو قیامت کے دن بہت اونچا مقام عطا فرمائے گا۔ (صحیح مسلم)

(4) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ: تین قسم کے لوگ قیامت کے دن مشک کے ٹیلے پر ہوں گے، جنہیں دیکھ کر تمام اولین وآخرین رشک کریں گے، ایک ایسا غلام جو اللہ اور اپنے آقا کے حقوق ادا کرتا ہو، دوسرے وہ امام جس سے اس کے مقتدی راضی ہوں، تیسرے وہ مؤذن جو پانچوں وقت کی اذان دیتا ہو۔ (مسند احمد)

مختصر یہ کہ اذان دینا کوئی معمولی عمل نہیں ہے؛ بلکہ اللہ کی بارگاہ میں اس کی بہت زیادہ قدر و قیمت ہے؛ کیوں کہ موذن جس طرح اذان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اعلان کرتا ہے اور اس کی وحدانیت کے گن گاتا ہے، اسی طرح اس کو اجر بھی اللہ رب العزت مرحمت فرمائے گا۔

قارئین کرام؛ اب ایسے کئی واقعات آپکے پیش نظر رکھتا ہوں جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ آج کل مدارس و مساجد کے اراکین کس طرح سے ائمہ کرام اور مکاتب کے مدرسین پر ظلم وستم کرتے ہیں!

(1): حافظ امام الدین نیک متقی پرہیز گار 40 سالہ امامت کا تجربہ، مگن پور جامع مسجد، رام گڈھ، جھاڑکھنڈ میں 5 سالوں سے امامت کی خدمات انجام دے رہے تھے چھٹی پر گھر گئے دوسرے دن کمیٹی والوں نے فون کر کے کہدیا کی آپ کو ہم لوگ نکال رہے ہیں کوئی وجہ بھی نہیں بتائی بغیر نوٹس بغیر کسی جرم کے نکال دیا یہ حال ہے۔

(2) دوسرا واقعہ: ابھی تازہ ترین ہے جہاں 40 سال تک امامت وخطابت کرنے کے بعد امام صاحب کو بنا کسی وجہ کے مسجد سے اخراج کر دیا گیا ہے۔

آج ظالم قوم کا سلوک مظلوم اماموں کے ساتھ کمیٹی والوں کے ظلم کا بھی سلسلہ دراز ہو رہا ہے اور پھر رونا روتے ہیں کی مسلمانوں کی حالت ابتر ہو رہی ہے، جس قوم کے لوگ امام پر ظلم کو جاری رکھیں گے وہ قوم کیسے فلاح پائے گی غور کریں؟

امام وموذن کی تنخواہیں۔ مصلیان مسجد، کمیٹی کے ذمہ داران غور کریں کیا مسجدوں کے امام وموذن اس معا

شرے کا حصہ نہیں؟ ۔کیا ہمارا معاشرہ اپنے امام وموذن کو اس کا مقام دے رہا ہے ۔امام کے مصلے پر صرف وہی شخص کھڑا ہوسکتا ہے جو شخص سب سے بہتر ہو،نیک ہو،علم والا ہو،لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ امام ہی کو ایک مزدور سے بھی کم تنخواہ دیتے ہیں ایک ٹیچر سے بھی کم تنخواہ امام کی ہوتی ہے ۔ٹیچر کو ریٹائر ہونے کے بعد تاحیات پنشن ملتی ہے اسپتالوں میں علاج کی سہولیت مفت میں وغیرہ وغیرہ ۔بے چارہ امام اسی تنخواہ میں بچوں کی پرورش،پڑھائی لکھائی،علاج ومعالجہ سب کچھ کرتا ہے ۔الامان والحفیظ” امام مسجد و موذن ہر جگہ عوام سے لیکر حکومت تک بے رحمانہ رویے کا شکار ہیں”۔جبکہ امام ہماری زندگی کا حصہ ہے ہمارے ہر کام میں اس کی معاونت ہوتی ہے ۔ پیدائش سے لیکر مرنے سے لیکر دفن سے لیکر ایصالِ ثواب تک بچہ کے کان میں اذان دینا ہو امام صاحب موذن صاحب کو بلاؤ کسی کا نکاح پڑھانا ہو امام صاحب کو بلاؤ کسی کا جنازہ پڑھانا ہے امام صاحب کو بلاؤ کہیں قرآن خوانی ہے امام صاحب کو بلاؤ،وغیرہ وغیرہ مگر ہم ان کو ان کی خدمت کا کیا صلہ (حق المحنت) کیا دے رہیں ذرا آپ اور ہم ٹھنڈے دل سے سوچیں اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں جو ہمیں قرآن کی تعلیم اور علم دین سکھائے اسے ہم کیا دے رہے ہیں ۔ائمہ مساجد مسجدوں میں دین اسلام کی خدمت کرتے ہیں،انتظامیہ کمیٹی ان کو تنخواہ دیکر یہ خیال نہ کرے یہ امام ہمارا ملازم ہے ۔بہت غلط سوچ ہے،بلکہ امام وموذن کو اعلیٰ مقام دے ۔جو مسلمان دین اسلام سے محبت کرنے والا ہوگا یقیناً ائمہ مساجد کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھے گا اور انھیں معزز جانے گا،اور جو عزت نہیں کرتے وہ بہت بد قسمت ہی ہوتے ہیں ۔

افضل شخص ہی کو امام بنایا جاتا ہے

کم ازکم قرأتِ قرآن وعلم کے اعتبار سے افضل ہو امامتِ کبریٰ کے لیے بھی حضرت علی نے امامتِ صغریٰ ہی کو دلیل بنایا تھا، شریعتِ مطہرہ میں بھی امام کے کچھ اوصاف بیان کیے گئے ہیں کہ متقی ہو،صاحبِ ورع ہو وغیرہ وغیرہ،جب ہم نے اس شخص کو اپنی نماز ایسی مہتم بالشان عبادت کے لیے امام تسلیم کرلیا تو پھر اس کے خلاف رکیک جملے،اس کے روبرو طنزیہ کلمات،اس کی غیبت کیا معنیٰ رکھتی ہے؟

مساجد کا جائزہ لینے سے بکثرت مشاہدہ ہوتا ہے کہ ائمۂ کرام کی ناقدری ایک عام وبا کی شکل اختیار کرتی جارہی ہے، ایک شخص کو امام بھی بنایا جارہا ہے اور اس کی ناقدری بھی ہورہی، امام کی عزت وعظمت ایک ذمہ دارِ مسجد کا وطیرہ ہونا چاہیے؛ تاکہ ذمہ دار سے اور لوگ بھی سبق سیکھیں،اگر کوئی امام مسجد کے جائز اصولوں کے مطابق خدمت کے لیے آمادہ نہ ہو تو شرافت کے ساتھ اسے علاحدہ کردیا جائے،اب تو بالعموم ائمۂ کرام حافظ وعالم ہوتے ہیں،ان کے ساتھ نازیبا رویہ تو انتہائی مہلک ہے،صحابۂ کرام تو ان افراد کی خدمت میں مصروف ہوتے جو قرآن کریم کی تلاوت یا نماز میں مشغول ہوتے ۔

امام ابوداود نے اپنے مراسیل میں نقل کیا ہے کہ کچھ صحابۂ کرام ایک شخص کی بڑی تعریف کررہے تھے،اور یہ کہنے لگے کہ ہم نے ان جیسا آدمی نہیں دیکھا،جب سفر میں ہوتے تو قرأتِ قرآن میں مصروف ہیں،اور جب سواری سے اترتے ہیں، نماز میں مصروف ہیں،تو ان صحابۂ کرام سے کہا گیا کہ اس شخص کا سامان کون اٹھائے گا؟ اس کے جانور کون چرائے گا؟ تو صحابۂ

کرام نے فرمایا ہم کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سب خیر پر ہو۔ (حیاۃ الصحابہ ۲/ ۱۰)

بعض دفعہ ابتداءِ امام کی آمد کے ساتھ اعزاز و اکرام کا معاملہ ہوتا ہے؛ لیکن رفتہ رفتہ امام کی خامیوں کی تلاش شروع ہو جاتی ہے، امام کی غلطیوں پر نکتہ چینی کی جاتی ہے، مستحبات کے ترک پر نکیر کی جاتی ہے؛ حالانکہ یہ نکیر درست نہیں، اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا : لَا تَجَسَّسُوا (الحجرات) کسی کی ٹوہ میں مت پڑے رہو، کسی کے عیوب پر مطلع ہونے کی کوشش مت کرو۔

ذمہ دارانِ مسجد یہ بات ذہن میں رکھیں کہ امام بھی انسان ہی ہے، کوئی معصوم فرشتہ نہیں کہ ان کی غلطیوں کو نظر انداز کریں۔ فی زمانہ یہ ذمہ داری متولیانِ مسجد اور محلہ و بستی کے بااثر لوگوں کی ہے، ان کو اس اہم مسئلہ پر توجہ دینا بہت ضروری ہے، ائمہ مساجد کے ساتھ اعزاز و احترام کا معاملہ کریں، ان کو اپنا مذہبی پیشوا اور سردار سمجھیں، ان کو دیگر ملازمین اور نوکروں کی طرح سمجھنا منصب امامت کی سخت توہین ہے، یہ بہت ہی اہم دینی منصب ہے، پیشہ ورملازمتوں کی طرح کوئی ملازمت نہیں ہے، جانبین سے اس عظیم منصب کے احترام، وقار، عزت، عظمت کی حفاظت ضروری ہے۔

حضرت امام فخرالدین رازی مشہور مفسر ہیں، انہوں نے سورۂ توبہ (آیت ۱۸:) کی تفسیر کے ضمن میں تعمیرِ مسجد کے خواہاں افراد کے لیے کم ازکم چار اوصاف سے متصف ہونا ضروری قرار دیا ہے :(1) اللہ اور آخرت پر ایمان (2) نماز کا اہتمام (3) ادائیگی زکوۃ کا اہتمام (4) صرف اور صرف اللہ کا خوف۔

نماز کا اہتمام کیونکہ مسجد کی رونق تعمیر سے نہیں، مسجد کا مقصد تعمیر نہیں؛ بلکہ مسجد کا مطلوب نماز اور نمازی ہے، مسجد کی تعمیر سے زیادہ مسجد کو نمازیوں سے آباد کرنے کی ضرورت ہے، جب مسجدیں ناپختہ تھیں تو نمازی پکے تھے، اب مسجدیں پختہ ہیں، رنگ و روغن سے مزین ہیں؛ لیکن نمازیوں سے خالی ہیں۔ اب اگر جائزہ لیں گے تو پتہ چلے گا کہ کتنے ذمہ دارانِ مساجد نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں، اور کتنوں کی صرف ہفتہ وار حاضری ہوتی ہے، ادائیگی نماز فرض ہے، نگرانی مسجد نفل ہے، فرائض سے غافل ہو کر صرف نوافل کی کثرت یا نوافل میں انہماک کسی کی نجات کے لیے کافی نہیں، یہ نوافل تو رنگ و روغن کے مماثل ہیں، اور فرائض دیوار کی طرح ہیں، جب دیوار ہی نہ ہو تو رنگ و روغن کس پر؟

فرائضِ اسلام میں ایک فرض زکوٰۃ بھی ہے گویا فرائض اِسلام کے خوگر شخص کو تعمیرِ مسجد کا اہل قرار دیا گیا ہے؛ کیوں کہ جو فرائض پر مداومت کرے گا وہ نوافل کو بھی صحیح ڈھنگ سے انجام دینے کی کوشش کرے گا، جو فرائض ہی سے غافل ہو وہ نوافل میں بدرجہَ اولیٰ کوتاہ ہوگا، بعض مساجد کے ذمہ دار زکوۃ کی ادائیگی سے جی چراتے ہیں، فرض چھوڑ کر غرباء کا حق دبا کر مسجد کی خدمت سے کیا فائدہ؟

چوتھا اہم اور بنیادی وصف یہ ہے کہ ان پر صرف اور صرف اللہ کا خوف غالب ہو، اللہ کے علاوہ کسی اور کا خوف نہ ہو، ذمہ دارانِ مسجد کا کوئی کام ریا کاری پر مبنی نہ ہو، اوروں کے دکھانے کے لیے کوئی کام نہ کیا جائے، اب اگر جائزہ لیا جائے تو محسوس ہوگا کہ کتنے ہی

اعمال ایسے ہیں جو صرف اور صرف عوامی خوشنودی کے لیے کیے جاتے ہیں، جن میں رضائے الٰہی کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔

سورۂ توبہ کی مذکورہ آیت کی تفسیر ملاحظہ کرتے چلیں! ”نیز یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ خدا پاک کی عبادت گاہ کی تولیت کا حق متقی مسلمان کو پہونچتا ہے اور وہی اسے آباد رکھنے والے ہو سکتے ہیں، یہاں سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ فاسق و فاجر آدمی مساجد کا متولی نہیں ہوسکتا؛ کیونکہ دونوں کے درمیان مناسبت باقی نہیں رہتی؛ بلکہ متضاد باتیں جمع ہو جاتی ہیں، وہ یہ کہ مسجد خدا پرستی کا مقام ہے اور متولی خدا پرستی سے نفور (منھ موڑنے والا) ہو۔

متولی اور مہتمم کا عالم باعمل ہونا ضروری ہے، اگر میسر نہ ہو سکے تو صوم وصلاۃ کا پابند، امانت دار، مسائل وقف سے واقف کار، خوش اخلاق، رحم دل، منصف مزاج، علم دوست، اہلِ علم کی تعظیم وتکریم کرنے والا ہو، جس میں یہ اوصاف زیادہ ہوں اس کو متولی اور مہتمم بنانا چاہیے۔

”افسوس فی زمانہ صرف مالداری دیکھی جاتی ہے، اگرچہ وہ بے علم و عمل ہو، نماز و جماعت کا پابند نہ ہو، فاسق ہو؛ حالانکہ مسجد کا متولی حقیقت میں نائبِ خدا شمار ہوگا تو ایسے عظیم منصب کے لیے اس کے شایانِ شان متولی ہونا چاہیے؛ مگر افسوس لائق نالائق فاسق و فاجر سب متولی بننے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، حدیث میں ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ بڑے بڑے عہدے نااہلوں کے سپرد کر دیے جائیں گے، اور قوم کا سردار فاسق بنے گا۔“

ایسے میں تمام مسلم تنظیموں، مشائخین کرام، کل ہند امام فاؤنڈیشن دہلی کو ائمہ کرام کے حق میں آواز بلند کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ تاکہ مساجد ومدارس میں ائمہ کرام پر ظلم وستم کا سدباب ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ذمہ دارانِ مساجد کی اصلاح فرمائے اور اخلاصِ نیت کے ساتھ صحیح طرز پر مساجد کا نظام سنبھالنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

وہ صحابہ کرام جو اپنے نام سے زیادہ کنیت سے مشہور ہوئے۔

1. سیدنا ابوبکر صدیق.......... اصل نام” عبداللہ“ تھا۔
2. سیدنا ابوہریرہ .... اصل نام” عبدالرحمن“ تھا۔
3. سیدنا ابوذر غفاری............ اصل نام” جندب بن جنادہ“ تھا۔
4. سیدنا ابوموسیٰ اشعری.......... اصل نام” عبداللہ بن قیس“ تھا۔
5. سیدنا ابو الدرداء............. اصل نام” عویمر“ تھا۔
6. سیدنا ابوسعید خدری....... اصل نام” سعد بن مالک“ تھا۔
7. سیدنا ابودجانہ. . . . . اصل نام” سماک“ تھا۔
8. سیدنا ابوطلحہ انصاری. . . . . اصل نام” زید“ تھا۔
9. سیدنا ابولبابہ. . . . . . اصل نام” رفاعہ“ تھا۔
10. سیدنا ابوعبیدہ. . . . . . اصل نام” عامر“ تھا۔
11. سیدنا ابوحذیفہ. . . . . . اصل نام” ھیشم“ تھا۔
12. سیدنا ابو زید. . . . . اصل نام” سعد بن عمرو“ تھا۔
13. سیدنا ابو قتادہ..... اصل نام” حارث بن ربعی“ تھا۔
14. سیدنا ابوایوب انصاری......... اصل نام” خالد بن زید“ تھا۔

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

نقوش رفتگاں]

خاندانِ ابراہیم کے کردار کی معنویت

ڈاکٹر جہانگیر حسن مصباحی

حضرت ابراہیم، حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام کی زندگی محض ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ ایمان، تسلیم و رضا اور محبتِ الٰہی کا وہ اعلیٰ ترین نمونہ ہے جس پر دین اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہے۔ ان تینوں عظیم ہستیوں کے کردار کی معنویت کو مندرجہ ذیل نکات میں سمجھا جاسکتا ہے:

۱۔ حضرت ابراہیم: امامِ حنیف اور پیکرِ تسلیم

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت کی اصل معنویت ”عقل سے عشق“ تک کے سفر میں پوشیدہ ہے، مثلاً:

توحیدِ خالص: آپ نے ستارہ پرستی اور بت پرستی کے ماحول میں بھی تن تنہا اللہ سبحانہ کو پہچانا اور خالص توحید کی دعوت عام کی۔ آپ کی زندگی بتاتی ہے کہ سچ کی تلاش میں اکثریت کی پیروی ضروری نہیں، بلکہ تنہا ایک فرد بھی ایک اُمت بن سکتا ہے۔

امتحان اور قربانی: ضعیفی میں عطا ہونے والے شیرخوار اکلوتے بیٹے کو اللہ سبحانہ کے حکم پر ایک بنجر وادی میں چھوڑ دینا اور پھر بڑے ہونے پر اسی جان سے عزیز بیٹے کی قربانی کے لیے تیار ہو جانا، اس بات کی دلیل ہے کہ مومن کے نزدیک اللہ سبحانہ کی رضا تمام دنیوی رشتوں اور تمناؤں پر مقدم ہونی چاہیے۔

۲۔ حضرت ہاجرہ: صبر، توکل اور جدوجہد

حضرت ہاجرہ کا کردار خواتین کے لیے عزم و ہمت کا سب سے بڑا اِستعارہ ہے، مثلاً:

بے مثال توکل: جب مکہ مکرمہ کی بیابان اور چٹیل وادی میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو بے یار و مددگار چھوڑا گیا تو آپ کا یہ سوال کہ ”اے ابراہیم! کیا اللہ سبحانہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟“ اور حضرت ابراہیم کی طرف سے ”ہاں“ میں جواب ملنے پر یہ کہنا کہ ”پھر اللہ سبحانہ ہمیں ضائع نہیں فرمائے گا۔“ توکل کی انتہا ہے۔

(یَا إِبْرَاهِيمُ! إِلَى مَنْ تَتْرُكُنَا؟ قَالَ: إِلَى اللهِ، قَالَتْ: رَضِيتُ بِاللهِ) (صحیح بخاری، حدیث: ۳۳۶۵)

سعی پیہم: حضرت ہاجرہ علیہا السلام صرف اللہ سبحانہ پر توکل کر کے ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھی نہیں رہیں، بلکہ پانی کی تلاش میں ”صفا“ اور ”مروہ“ کے درمیان سات چکر لگائے۔ آپ کا یہ عمل، اللہ سبحانہ کو اتنا پسند آیا کہ اس (سعی/دوڑ) کو رہتی دنیا تک کے لیے ”حج و عمرہ“ کا لازمی حصہ بنا دیا گیا۔ آپ کا جرأت مندانہ عمل یہ سکھاتا ہے کہ دعا کے ساتھ ”دوا“ اور ”توکل“ کے ساتھ جدوجہد اور مسلسل کوشش بھی لازم ہے۔

۳۔ حضرت اسمٰعیل:

اطاعت اور ایثار حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اس مثلث کا وہ اٹوٹ حصہ ہیں جو جوانی اور جذبے کی نمائندگی کرتے ہیں، مثلاً: جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے والد مکرم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا خواب آپ کو سنایا، تو آپ کا جواب تھا: ”اے ابا جان!

آپ وہ کر گزریے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، بے شک آپ، مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے ان شاء اللہ۔" (قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰى قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ) (الصفت:۱۰۲)

حضرت اسمٰعیل کا یہ تابعدارانہ کردار ہمیں سکھاتا ہے کہ جب والدین، اللہ کی راہ میں کوئی حکم دیں، تو اولاد کو سرکشی و نافرمانی کی بجائے اطاعت و فرماں برداری کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ نیز آپ کی قربانی کے بدلے اللہ سبحانہ نے دنبہ بھیج کر یہ پیغام دیا کہ اصل مقصد خون بہانا نہیں، بلکہ تقویٰ کا امتحان لینا تھا، جس میں باپ (حضرت ابراہیم) اور بیٹے (حضرت اسمٰعیل) دونوں کامیاب نظر آتے ہیں۔

معنویت واھمیت:

حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل اور حضرت ہاجرہ تینوں عظیم ہستیوں کا اجتماع ایک "مقدس خاندان" کی تعمیر و تشکیل کرتا ہے جس کی بنیادیں درج ذیل اُصولوں پر مبنی ہیں، مثلاً:

۱۔ مرکزیتِ کعبہ و اتحادِ امت: اس خاندان نے مل کر خانۂ کعبہ کی تعمیر مکمل کی، جو آج پوری دنیا کے مسلمانوں کا قبلہ اور اتحاد و اتفاق کی علامت ہے۔

۲۔ **مناسکِ حج کی حقیقت**: حج کے تمام ارکان (سعی، قربانی، رمی جمار) دراصل اسی مقدس خاندان کی اداؤں کی نقالی ہیں۔ اللہ سبحانہ نے اُن سب کی یادگار کو عبادت بنا دیا۔

۳۔ **عشق وبندگی کا توازن**: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حوصلہ و جذبہ سکھایا، حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے صبر اور عمل پیہم کی تعلیم دی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے سرِ تسلیم خم کرنا اور اِطاعت شعاری سکھائی۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت ابراہیم، حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام کی زندگی کا یہ پیغام ہے کہ انسان جب خود کو مکمل طور پر اللہ سبحانہ کے سپرد کر دیتا ہے، تو اللہ سبحانہ بھی اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا، بلکہ اسے اپنے منتخب بندوں میں شامل فرما لیتا ہے اور رہتی دنیا تک کے لیے اسے انسانیت کا پیشوا بنا دیتا ہے۔ خاندان براہیمی کی معنویت صرف ماضی کی یادگار نہیں، بلکہ ہر دور کے مومن کے لیے ایک عملی سبق ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو اللہ سبحانہ کے حکم پر قربان کرنا سیکھے۔

قطعہ

افضل ہے کُل جہاں سے گھرانہ حسین کا
نبیوں کا تاجدار ہے نانا حسین کا
اک پل کی تھی بس حکومت یزید کی
صدیاں حسین کی ہیں زمانہ حسین کا

مشعل راہ]

عرب

کے اسلامی تاریخی مقدس مقامات کی زیارات

از : مولانا محمد آصف حسین مصباحی
ناظم اعلیٰ : جامعۃ چشتیہ منصور العلوم نسواں کالج مدو بھیک، ضلع بلرامپور

عُمرہ وحج میں مکہ مکرمہ کی زیارات کرنے کا مزہ اس وقت ہے جب تاریخ کا علم ہو، قرآن واحادیث کا علم ہو۔ یہ یاد رہے کہ اگر کوئی عُمرہ کرنے جائے اور زیارتیں کرنے نہ جائے تو عُمرہ پھر بھی ہو جاتا ہے۔ عُمرہ کرنے کا زیارتوں سے تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح ہر متبرک جگہ پر دعا یا نفل پڑھنا ہر ایک کی اپنی مرضی ہے ورنہ احادیث میں حکم احکام نہیں ہیں۔ یہ اسلئے بتایا کہ عوام غارِ حرا اور غارِ ثور میں نفل پڑھنے پر لڑ رہی ہوتی ہے اور یہ بھی نہیں دیکھتی کہ مکروہ وقت ہے۔

(1) زیارتیں کریں کیونکہ غارِ حرا میں حضور ﷺ پر پہلی وحی آئی، غارِ ثور میں ہجرت کے وقت حضور ﷺ تشریف لے گئے، جبل ابو قبیس پہاڑی جو دنیا کا سب سے پہلا پہاڑ ہے جو کوہ صفا کے پاس ہے اور جس پر کھڑے ہو کر حضور ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے کیے، مسجدِ جن جہاں جنوں نے اسلام قبول کیا، کوہ مروہ کے پاس وہ لائبریری جہاں حضور ﷺ کا گھر تھا جس میں آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی، مروہ کے پاس چھتا بازار میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھر جہاں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا حضور ﷺ کی ساری اولاد پیدا ہوئی اور وہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے تھے۔ دارِ ارقم وہ مکان جہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور اب وہاں صفا کے پاس "باب دارارقم" لکھا ہوا ہے، جنتِ معلیٰ قبرستان کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس قبرستان والے کل قیامت والے دن امن سے اٹھیں گے اور جہاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک بھی ہے۔ مسجد عائشہ رضی اللہ عنہا تنعیم کا علاقہ جہاں حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھیج کر عُمرے کی نیت کروائی، اور مسجد جعرانہ جہاں حضور ﷺ نے غزوہ طائف کے بعد عُمرے کے لئے احرام باندھا تھا۔

(2) منیٰ کا علاقہ جہاں پر علامتی شیطان بھی موجود ہے۔ جن کو حاجی کنکریاں مارتے ہیں، مسجد خیف بھی منیٰ میں موجود ہے جہاں 70 / انبیاء کرام نے نماز پڑھی جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی شامل ہیں اور 70 / انبیاء کرام کی قبریں زیر زمین ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ اسلام کو قربان کرنے کی کوشش کی وہ مقام بھی منیٰ میں ہے۔ مزدلفہ میں مسجد مشعر الحرام بھی ہے جہاں اللہ کریم کو یاد کیا جاتا ہے اور جس کا ذکر قرآن پاک میں بھی

ہے، وادی عرفات میں مسجد نمرہ بھی ہے جو سال میں ایک بار کھلتی ہے اور خطبہ حج اسی میں دیا جاتا ہے۔ جبل رحمت کو کس نے رحمت کا پہاڑ کہا معلوم نہیں ہے، البتہ اسے جبل عرفات کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت اماں حوا اور حضرت آدم علیہ السلام کی ملاقات اس مقام پر ہوئی، ایک دوسرے کو پہچانا، توبہ بھی اسی مقام پر قبول ہوئی۔

ایک بندہ منیٰ میں علامتی شیطان کے پاس سے گذرا اور ان کو بڑا سا پتھر مارا۔ پوچھا یہ کیا کیا، کہنے لگا اس شیطان کو زور سے لگا ہوگا، مجھے ثواب ہوگا۔ اب ایسوں کو کون سمجھائے کہ یہ علامتی شیطان ہے اور جو تم نے کام کیا اس کا کوئی ثواب نہیں ہے، یہاں کنکر صرف حج میں مارنے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر متبرک جگہ پر ہماری عوام "مارکر یا رنگ" سے اپنے اپنے نام لکھتے رہتے ہیں اور کچھ کہتے ہیں اس سال نام لکھوا لگلے سال پھر آنا نصیب ہوگا۔ یہ وظیفہ لوگوں نے اپنے آپ بنا لئے ہوئے ہیں۔ یہ بھی بڑا مجاہدہ ہے کہ آپ وہاں کی حقیقت سمجھتے ہوئے وہاں اپنا نام نہ لکھیں، البتہ یہ یقین ضرور رکھیں کہ اللہ کریم کے ریکارڈ میں آپ کا نام آگیا ہوا ہے۔

دَم اور صدقہ: کوئی غلطی ہو تو ضرور بتائیں۔ دم اور صدقہ کس پر لگتا ہے یہ وہی سمجھے گا جسے عمرے کے واجبات سمجھ آجائیں گے۔

3) غار ثور

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اول غار کو صاف کیا بعد ازاں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غار میں تشریف لے گئے۔ اور باذن الٰہیٰ غار کے دہانے پر مکڑی نے جالا تنا۔ جب مشرکین مکہ نشان شناسوں کی مدد سے غار ثور کے دہانے تک پہنچ گئے اور نشان شناس نے کہہ دیا کہ قدموں کے نشان یہیں تک ہیں، اسی غار میں ہوں گے، تلاش کرنے والی پارٹی نے جب غار ثور کے دہانے پر مکڑی کا جالا دیکھا تو نشان شناس کو بیوقوف گردانا اور کہا اگر اس غار میں کوئی داخل ہوا ہوتا تو کیا یہ مکڑی کا جالا باقی رہ سکتا تھا۔"

فَرَأوا علی بابه نسیج العنکبوت فقالوا لو دخل هنا لم یکن نسیج العنکبوت علی بابه"۔ تو غار کے دروازے پر مکڑی کا جالا دیکھ کر کہا کہ اگر کوئی اس میں جاتا تو غار کے دہانہ پر مکڑی کا جالا باقی نہ رہتا۔

ملتزم کے معنیٰ ہے چمٹنے کی جگہ، حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان ڈھائی گز کے قریب کعبہ کی دیوار کا جو حصہ ہے وہ ملتزم کہلاتا ہے

(4) بیت اللہ:

بیت اللہ شریف اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جس کا حج اور طواف کیا جاتا ہے۔ اس کو کعبہ بھی کہتے ہیں۔ یہ پہلا گھر ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کیلئے زمین پر بنایا جیسا کہ سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے جو تمام دنیا کیلئے برکت و ہدایت والا ہے۔"

بیت اللہ مسجد حرام کے قلب میں واقع ہے اور قیامت تک یہی مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ 24 گھنٹوں میں صرف فرض نمازوں کے وقت خانہ کعبہ کا طواف رکتا ہے باقی دن رات میں ایک گھڑی کیلئے بھی بیت اللہ کا طواف بند نہیں ہوتا۔ بیت اللہ کی اونچائی 14 میٹر ہے جبکہ چوڑائی ہر طرف سے کم وبیش 12 میٹر ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد

فرمایا : اللہ تعالیٰ کی 120 رحمتیں روزانہ اس گھر (خانہ کعبہ) پر نازل ہوتی ہیں جن میں سے 60 طواف کرنے والوں پر، 40 وہاں نماز پڑھنے والوں پر اور 20 خانہ کعبہ کو دیکھنے والوں پر۔
اگر بیت اللہ کا قریب سے طواف کیا جائے تو 7 چکر میں تقریباً 30 منٹ لگتے ہیں لیکن دور سے کرنے پر تقریباً ایک سے 2 گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ طواف زیارت (حج کا طواف) کرنے میں کبھی کبھی اس سے بھی زیادہ وقت لگ جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ بیت اللہ پر پہلی نظر پڑنے پر جو دعا مانگی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ حضور اکرم کی سنت کے مطابق بیت اللہ شریف کو ہر سال غسل بھی دیا جاتا ہے۔

(5) حطیم:

یہ دراصل بیت اللہ ہی کا حصہ ہے لیکن قریش مکہ کے پاس حلال مال میسر نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے تعمیر کعبہ کے وقت یہ حصہ چھوڑ کر بیت اللہ کی تعمیر کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں کعبہ شریف میں داخل ہو کر نماز پڑھنا چاہتی تھی۔ رسول اللہ میرا ہاتھ پکڑ کر حطیم میں لے گئے اور فرمایا : جب تم بیت اللہ (کعبہ) کے اندر نماز پڑھنا چاہو تو یہاں (حطیم میں) کھڑے ہو کر نماز پڑھ لو۔ یہ بھی بیت اللہ شریف کا حصہ ہے۔ تیری قوم نے بیت اللہ (کعبہ) کی تعمیر کے وقت (حلال کمائی میسر نہ ہونے کی وجہ سے) اسے (چھت کے بغیر) تھوڑا سا تعمیر کرا دیا تھا۔ بیت اللہ کی چھت سے حطیم کی طرف بارش کے پانی کے گرنے کی جگہ (پرنالہ) میزاب رحمت کہی جاتی ہے۔

(6) حجر اسود:

حجر اسود قیمتی پتھروں میں سے ایک پتھر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی روشنی ختم کر دی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرتا تو یہ پتھر مشرق اور مغرب کے درمیان ہر چیز کو روشن کر دیتا۔
حجر اسود جنت سے اترا ہوا پتھر ہے جو کہ دودھ سے زیادہ سفید تھا لیکن لوگوں کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا ہے۔ حجر اسود کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھائیں گے کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جن سے وہ بولے گا اور گواہی دے گا اس شخص کے حق میں جس نے اس کا حق کے ساتھ بوسہ لیا ہو۔ حجر اسود کے استلام سے ہی طواف شروع کیا جاتا ہے اور اسی پر ختم کیا جاتا ہے۔ حجر اسود کا بوسہ لینا یا اس کی طرف دونوں یا داہنے ہاتھ سے اشارہ کرنا استلام کہلاتا ہے۔

(7) مُلتزم:

ملتزم کے معنیٰ ہے چمٹنے کی جگہ۔ حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان ڈھائی گز کے قریب کعبہ کی دیوار کا جو حصہ ہے وہ ملتزم کہلاتا ہے۔ حضور اکرم نے اس جگہ چمٹ کر دعائیں مانگی تھیں، یہ دعاؤں کے قبول ہونے کی خاص جگہ ہے۔

(8) رکن یمانی:

بیت اللہ کے تیسرے کونہ کو رکن یمانی کہتے ہیں۔ رکن یمانی کو چھونا گناہوں کو مٹاتا ہے۔ رکن یمانی پر 70 فرشتے مقرر ہیں۔ جو شخص وہاں جا کر یہ دعا پڑھے : رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ، تو وہ سب فرشتے آمین کہتے ہیں، یعنی یا اللہ! اس شخص کی دعا قبول فرما۔

(9) مقام ابراہیم:

یہ ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو تعمیر کیا تھا۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات ہیں۔ یہ کعبہ کے سامنے ایک جالی دار شیشے کے چھوٹے سے قبہ میں محفوظ ہے جس کے اطراف میں پیتل کی خوشنما جالی نصب ہے۔ حجر اسود کی طرح یہ پتھر بھی جنت سے لایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی روشنی ختم کر دی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرتا تو یہ مشرق اور مغرب کے درمیان ہر چیز کو روشن کر دیتا۔ طواف سے فراغت کے بعد طواف کی 2 رکعت اگر سہولت سے مقام ابراہیم کے پیچھے جگہ مل جائے تو مقام ابراہیم کے پیچھے ہی پڑھنا بہتر ہے۔

(10) مسجد حرام:

مسلمانوں کی سب سے بڑی مسجد (مسجد حرام) مقدس شہر مکہ مکرمہ کے وسط میں واقع ہے۔ مسجد حرام کے درمیان میں بیت اللہ ہے جس کی طرف رخ کرکے دنیا بھر کے مسلمان ایمان کے بعد سب سے اہم رکن یعنی نماز کی ادائیگی کرتے ہیں۔ دنیا میں سب سے پہلی مسجد مسجد حرام ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم سے پوچھا کہ زمین میں سب سے پہلی کون سی مسجد بنائی گئی؟ حضور اکرم نے ارشاد فرمایا: مسجد حرام۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ اس کے بعد کون سی؟ حضور اکرم نے ارشاد فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ دونوں کے درمیان کتنے وقت کا فرق ہے؟ حضور اکرم نے ارشاد فرمایا 40: سال کا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا: "میری اس مسجد میں نماز کا ثواب دیگر مساجد کے مقابلے میں ہزار گنا زیادہ ہے سوائے مسجد حرام کے اور مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے ثواب کے برابر ہے۔"

(11) صفا و مروہ:

صفا و مروہ 2 پہاڑیاں ہیں۔ صفا کو شیشوں کے حصار میں لے لیا گیا ہے جبکہ مروہ کی پہاڑی کا تھوڑا حصہ نظر آتا ہے۔ صفا و مروہ اور اس کے درمیان کا مکمل حصہ ایئر کنڈیشنڈ ہے۔ صفا و مروہ کے درمیان حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کیلئے پانی کی تلاش میں 7 چکر لگائے تھے اور جہاں مرد حضرات تھوڑا تیز چلتے ہیں یہ اس زمانہ میں صفا مروہ پہاڑیوں کے درمیان ایک وادی تھی جہاں سے ان کا بیٹا نظر نہیں آتا تھا، لہٰذا سیدہ ہاجرہؑ اس وادی میں تھوڑا تیز دوڑی تھیں۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی اس عظیم قربانی کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما کر قیامت تک آنے والے تمام مرد حاجیوں کو اس جگہ تھوڑا تیز چلنے کی تعلیم دی۔ شریعت اسلامیہ نے صنف نازک کے جسم کی نزاکت کے مدنظر اس کو صرف مردوں کیلئے سنت قرار دیا ہے۔ سعی کا ہر چکر تقریباً 395/ میٹر لمبا ہے، یعنی 7 چکر کی کُل مسافت تقریباً پونے 3 کیلو میٹر بنتی ہے۔ نیچے کی منزل کے مقابلہ میں اوپر والی منزل پر ازدحام کچھ کم رہتا ہے۔ قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس پہاڑی سے ایک ایسا جانور نکلے گا جو انسانی زبان میں بات کرے گا۔

(12) منیٰ:

منیٰ مکہ مکرمہ سے 5,4 کیلو میٹر کے فاصلہ پر دو طرفہ پہاڑوں کے درمیان ایک بہت بڑا میدان ہے۔ حجاج کرام 8 ذی الحجہ کو اور اسی طرح 11، 12 اور 13 ذی الحجہ کو منیٰ میں قیام فرماتے ہیں۔ منیٰ میں ایک مسجد ہے جسے مسجد خیف کہا جاتا ہے۔ اسی مسجد

کے قریب جمرات ہیں جہاں حجاج کرام کنکریاں مارتے ہیں۔ منیٰ ہی میں قربان گاہ ہے جہاں حجاج کرام کی قربانیاں کی جاتی ہیں۔

(13) عرفات:

عرفات منیٰ سے تقریباً 10,8 کیلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ میدان عرفات کے شروع میں مسجد نمرہ نامی ایک بہت بڑی مسجد ہے جس میں زوال کے فوراً بعد خطبہ ہوتا ہے پھر ایک اذان اور دو اقامت سے ظہر اور عصر کی نمازیں جماعت سے ادا ہوتی ہیں۔ اسی جگہ پر حضور اکرم ﷺ نے خطبہ دیا تھا جو" خطبہ حجۃ الوداع" کے نام سے معروف ہے۔ مسجد نمرہ کا اگلا حصہ عرفات کی حدود سے باہر ہے۔ منیٰ و مزدلفہ حدود حرم کے اندر، جبکہ عرفات حدود حدود حرم سے باہر ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں حج کا سب سے اہم رکن ادا ہوتا ہے، جس کے متعلق حضور اکرم نے ارشاد فرمایا کہ وقوف عرفہ ہی حج ہے۔

(14) مزدلفہ:

9 ذی الحجہ کو غروب آفتاب کے بعد حجاج کرام عرفات سے مزدلفہ آکر عشاء کے وقت میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ یہاں رات کو قیام فرماتے ہیں اور نماز فجر کے بعد قبلہ رخ کھڑے ہو کر دعائیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **فَاِذَا اَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ** (البقرۃ 198)

"جب تم عرفات سے واپس ہو کر مزدلفہ آؤ تو یہاں مشعر حرام کے پاس اللہ کے ذکر میں مشغول رہو۔"

اس جگہ ایک مسجد بنی ہوئی ہے جس کو مسجد مشعر حرام کہتے ہیں۔ مزدلفہ منیٰ سے 4,3 کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

(15) وادی محسر:

منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان میں ایک وادی ہے جس کو وادی محسر کہتے ہیں۔ یہاں سے حضور اکرم کی تعلیمات کے مطابق گزرتے وقت تھوڑا تیز چل کر گزرا جاتا ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے ابرہہ بادشاہ کے لشکر کو ہلاک و تباہ کیا تھا جو بیت اللہ کو ڈھانے کے ارادہ سے آرہا تھا۔

(16) جمرات:

یہ منیٰ میں 3 مشہور مقام ہیں جہاں اب دیوار کی شکل میں بڑے بڑے ستون بنے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم، نبی اکرم کے طریقہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں ان جگہوں پر کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ ان میں سے جو مسجد خیف کے قریب ہے، اسے جمرہ اولیٰ، اس کے بعد بیچ والے جمرہ کو جمرہ وسطیٰ اور اس کے بعد مکہ مکرمہ کی طرف آخری جمرہ کو جمرہ عقبہ یا جمرہ کبریٰ کہا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شیطان نے ان 3 مقامات پر بہکانے کی کوشش کی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان 3 مقامات پر شیطان کو کنکریاں ماری تھیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس عمل کو قیامت تک آنے والے حاجیوں کیلئے لازم قرار دیدیا۔ حجاج کرام بظاہر جمرات پر کنکریاں مارتے ہیں لیکن درحقیقت شیطان کو اس عمل کے ذریعہ دھتکارا جاتا ہے۔ رمی یعنی جمرات پر کنکریاں مارنا حج کے واجبات میں سے ہے۔ دسویں، گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کو رمی کرنا (یعنی 49 کنکریاں مارنا) ہر حاجی کیلئے ضروری ہے۔ تیرہویں ذی الحجہ کی رمی

(یعنی 21 کنکریاں مارنا) اختیاری ہے۔

(17) مولد النبی:

مروہ کے قریب حضور اکرم کی پیدائش کی جگہ ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں 9 یا 12 ربیع الاول کو نبی اکرم رحمۃ للعالمین بن کر تشریف لائے تھے۔ اس جگہ پر اِن دنوں مکتبہ (لائبریری) قائم ہے۔

غارثور:

یہ غار جبل ثور کی چوٹی کے پاس ہے۔ یہ پہاڑ مسجد حرام سے تقریباً 10 کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اور غار ایک میل کی چڑھائی پر واقع ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ ہجرت کے وقت اسی غار میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ 3 دن قیام فرمایا تھا۔

(18) غارِ حرا:

یہاں قران کریم نازل ہونا شروع ہوا تھا۔ سورہ اقراء کی ابتدائی چند آیات اسی غار میں نازل ہوئی تھیں۔ یہ غار جبل نور (پہاڑ) پر واقع ہے۔ یہ پہاڑ مکہ مکرمہ سے منیٰ جانے والے اہم راستہ پر مسجد حرام سے تقریباً 4 کیلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ اس کی اونچائی تقریباً 2 ہزار فٹ ہے۔

(19) جنت المعلّٰی:

یہ مکہ مکرمہ کا قبرستان ہے۔ یہاں پر ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین اور اولیاء اللہ مدفون ہیں۔

(20) مکہ کا میوزیم۔

مکہ کا شاہی محل عجائب گھر میں تبدیل

مکہ کا 'الزاھر' محل عجائب گھر میں تبدیل کر دیا گیا- یہاں تاریخ کے مختلف ادوار کے نوادرات اور تاریخی اشیا رکھی گئی ہیں-

تاریخی ورثے کے ادارے کا کہنا ہے کہ بانی مملکت شاہ عبدالعزیز نے 1365ھ میں قصر الزاھر تعمیر کرنے کا فرمان جاری کیا تھا- محل کی تعمیر میں سات برس لگے تھے- شاہ عبدالعزیز جب بھی مکہ آتے اسی محل میں قیام کیا کرتے تھے- یہاں وہ مختلف مسلم ملکوں سے حج پر آنے والے وفود کو ملاقات بھی کیا کرتے تھے-

قصر الزاھر کو شاہی مہمان خانے کی جانب سے 1378ھ میں وزارت تعلیم کے حوالے کیا گیا- وزارت نے اسے الزاھر مڈل سکول بنا دیا- 1398ھ تک یہاں سکول قائم رہا- پھر اسے عجائب گھروں اور آثار قدیمہ کے ادارے کی تحویل میں دے دیا گیا۔ اصلاح و مرمت کے بعد محل کو تاریخی عجائب گھر بنا دیا- الزاھر محل دو منزلہ اور متعدد ہالوں پر مشتمل ہے- جن میں سعودی عرب کی تاریخ، مکہ مکرمہ کے آثار قدیمہ، اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار کے تاریخی تحائف سجائے گئے ہیں- علاوہ ازیں یہاں سیرت مبارکہ سے متعلق معلومات بھی خوبصورت انداز میں پیش کی گئی ہیں-

مکہ میوزیم میں کچھ قدیم نوادرات، خانہ کعبہ کے قدیم دروازے پہلی سیڑھی آب زمزم نکالنے کی بالٹی غلاف کعبہ بنانے کی کھڈی پرانا قفل حجر اسود کے چاندی سے بنے خول بھی ہیں۔۔۔

[اسلامیات]

اسلامی

تہذیب وتمدن کا عالمی اثر!

از : حافظ افتخار احمد قادری کریم گنج پورن پور پیلی بھیت

انسانی تاریخ کے اوراق اس حقیقت کے شاہد ہیں کہ اقوامِ عالم کی ترقی، فکری بالیدگی اور تہذیبی ارتقاء میں مختلف تمدنوں نے اپنا اپنا کردار ادا کیا ہے۔ مگر! اگر سنجیدگی و دیانت داری اور غیر جانب داری کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلامی تہذیب وتمدن نے انسانی معاشرے کی فکری، اخلاقی، علمی اور سماجی تشکیل میں جو عظیم الشان کردار ادا کیا ہے اس کی مثال تاریخِ عالم میں کم ہی ملتی ہے۔ اسلام ایک مذہب یا چند عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس نے فرد اور معاشرے دونوں کی اصلاح کے لیے جامع اصول اور دائمی ہدایات عطا کیں۔ جب اسلامی تعلیمات کے زیرِ سایہ ایک منظم تہذیب وتمدن نے جنم لیا تو اس نے نہ صرف عرب کی محدود سرزمین کو منور کیا بلکہ ایشیا و افریقہ اور یورپ تک اپنے اثرات کی شعاعیں پھیلا دیں۔ اسلامی تہذیب کی بنیاد دراصل قرآنِ کریم کی آفاقی تعلیمات اور رسول اکرم ﷺ کی عملی سیرت پر استوار ہے۔ قرآنِ حکیم نے انسان کو علم و تحقیق، تدبر و تفکر اور عدل و انصاف کی دعوت دی۔ اسی دعوتِ فکر نے مسلمانوں کے اندر وہ علمی و تحقیقی ذوق پیدا کیا جس کے نتیجے میں مختلف علوم وفنون نے حیرت انگیز ترقی کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

"طلبُ العلمِ فریضۃٌ علیٰ کلِّ مسلم"

علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے (سنن ابن ماجہ : 224)

یہی وہ بنیادی اصول تھا جس نے مسلمانوں کو علمی میدان میں آگے بڑھنے کا حوصلہ دیا اور انہوں نے دنیا کو علم وحکمت کے ایسے خزانے عطا کیے جن سے بعد کی تہذیبوں نے بھی استفادہ کیا۔ اسلامی تہذیب کا سب سے نمایاں پہلو اس کی علمی وفکری وسعت ہے۔ جب یورپ تاریکیوں کے عہدِ وسطیٰ میں جکڑا ہوا تھا اور علم و تحقیق کے دروازے بند ہو چکے تھے اس وقت بغداد، قرطبہ، دمشق اور قاہرہ جیسے علمی مراکز علم وفن کے آفتاب بن کر دنیا کو روشنی فراہم کر رہے تھے۔

عباسی دورِ حکومت میں بغداد کا بیت الحکمت دنیا کا سب سے بڑا علمی مرکز بن چکا تھا جہاں یونانی، ایرانی اور ہندی علوم کا عربی میں ترجمہ کیا گیا اور پھر مسلمانوں نے ان علوم کو نہ صرف محفوظ کیا بلکہ ان میں قابل قدر اضافہ بھی کیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اسی علمی تحریک نے بعد میں یورپ میں نشاۃِ ثانیہ کی بنیاد فراہم کی۔

طب، ریاضی، فلکیات، فلسفہ، کیمیا اور جغرافیہ جیسے علوم میں مسلمانوں کی خدمات تاریخ کا نا قابل تردید باب ہیں۔ ابو علی ابن سینا کی شہرہ آفاق تصنیف القانون فی الطب کئی صدیوں تک یورپ کی جامعات میں طب کی بنیادی کتاب کے طور پر پڑھائی جاتی رہی۔ اسی طرح محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے علمِ الجبرا کی بنیاد رکھی اور ان کی کتاب الجبر والمقابلہ نے ریاضی کے میدان میں انقلاب برپا کیا۔ فلکیات کے میدان میں البیرونی اور عمر خیام کی تحقیقات نے کائناتی علوم کو نئی جہتیں عطا کیں۔ مشہور مغربی مورخ ول ڈیورانٹ اپنی

کتاب The Story of Civilization میں لکھتے ہیں :

”اگر مسلمانوں کی علمی خدمات نہ ہوتیں تو یورپ کی نشاۃ ثانیہ صدیوں تک مؤخر ہو جاتی“

اسلامی تہذیب کا اثر صرف علوم و فنون تک محدود نہیں رہا بلکہ اس نے انسانی معاشرت، اخلاقیات اور سماجی نظم و نسق کو بھی گہرائی کے ساتھ متاثر کیا۔ اسلام نے مساواتِ انسانی کا وہ تصور پیش کیا جو اس سے پہلے کسی تہذیب میں اس وضاحت کے ساتھ موجود نہیں تھا۔

قرآن کریم اعلان کرتا ہے:

"يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا" (الحجرات: 13)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں مختلف قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔

اس آفاقی پیغام نے نسل و رنگ اور قومیت کی بنیاد پر قائم امتیازات کو چیلنج کیا اور انسانیت کے لیے مساوات و اخوت کا نیا باب کھولا۔ اسلامی تہذیب کی ایک اور نمایاں خصوصیت عدل و انصاف کا وہ مضبوط نظام ہے جس نے حکمران اور محکوم دونوں کو قانون کے سامنے برابر قرار دیا۔ خلافتِ راشدہ کا دور اس سلسلے میں مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ تاریخی جملہ کہ

"متى استعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم أحرارًا"

تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنانا شروع کر دیا جبکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد پیدا کیا ہے اسلامی نظامِ عدل کی روشن مثال ہے۔

اسلامی تہذیب نے فنونِ لطیفہ اور فنِ تعمیر میں بھی بے مثال اثرات چھوڑے۔ اندلس کی مسجدِ قرطبہ، غرناطہ کا قصر الحمراء اور ہندوستان کی تاج محل جیسی عمارتیں اسلامی فنِ تعمیر کی عظمت کی گواہ ہیں۔

اسلامی فنِ تعمیر میں حسن تناسب، جمالیاتی لطافت اور روحانی وقار کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے جو دنیا کی دیگر تہذیبوں میں کم ہی نظر آتا ہے۔ مزید برآں اسلامی تہذیب نے تعلیم کے فروغ میں بھی بنیادی کردار ادا کیا۔ مساجد صرف عبادت گاہیں نہیں تھیں بلکہ وہ علمی مراکز کی حیثیت رکھتی تھیں۔ جامعہ ازہر (مصر) اور جامعہ قرویین (مراکش) جیسی جامعات دنیا کی قدیم ترین تعلیمی درسگاہوں میں شمار ہوتی ہیں۔ یہاں سے فارغ التحصیل علماء اور دانشوروں نے دنیا کے مختلف خطوں میں علم و حکمت کے چراغ روشن کیے۔ اسلامی تہذیب کی وسعت اور اثر پذیری کا ایک اہم پہلو اس کی رواداری اور مذہبی ہم آہنگی ہے۔ اسلامی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمانوں نے جہاں بھی حکومت کی وہاں غیر مسلم اقلیتوں کو مذہبی آزادی اور سماجی تحفظ فراہم کیا۔ اندلس کی مثال اس ضمن میں خاص طور پر قابل ذکر ہے جہاں مسلمان، عیسائی اور یہودی ایک ہی معاشرے میں علمی اور ثقافتی ترقی کے سفر میں شریک رہے۔ مغربی مفکرین نے بھی اسلامی تہذیب کی ان خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ مشہور فرانسیسی مستشرق گوستاولی بون اپنی کتاب The Civilization of the Arabs میں لکھتے ہیں:

”یورپ نے تہذیب کے میدان میں مسلمانوں سے بہت کچھ سیکھا ہے اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جدید یورپی تہذیب کی بنیاد اسلامی علوم اور اسلامی تمدن کے اثرات پر قائم ہے“۔

اسی طرح انگریز مورخ مونٹگمری واٹ لکھتے ہیں:

"مسلمانوں نے صرف قدیم علوم کو محفوظ نہیں رکھا بلکہ انہیں ترقی دے کر دنیا کے سامنے پیش کیا"

مختصر یہ کہ اسلامی تہذیب وتمدن انسانی تاریخ کا ایک ایسا روشن باب ہے جس نے علم، اخلاق، معاشرت، سیاست اور ثقافت کے میدان میں گہرے اور دیرپا اثرات مرتب کیے۔ یہ تہذیب صرف ماضی کی ایک یادگار نہیں بلکہ آج بھی اپنی آفاقی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کے لیے ہدایت اور رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔ اگر آج کا انسان تعصب اور تنگ نظری سے بالاتر ہو کر اسلامی تہذیب کے اصولوں کا مطالعہ کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ اسلام نے نہ صرف ایک عظیم تہذیب کو جنم دیا بلکہ انسانیت کو فکری آزادی، اخلاقی پاکیزگی اور سماجی عدل کا وہ منشور عطا کیا جو ہر دور میں قابلِ عمل اور قابلِ تقلید ہے۔ آج کے دور ضروری ہے کہ مسلمان اپنی اس عظیم علمی وتہذیبی میراث کو ازسرِنو سمجھیں اور اسے عملی زندگی میں نافذ کریں۔ کیونکہ جب تک مسلمان اپنی اصل تہذیبی روح سے وابستہ رہے دنیا کی قیادت انہی کے ہاتھ میں رہی اور جب انہوں نے اس سے غفلت برتی تو زوال ان کا مقدر بن گیا۔ لہٰذا! اسلامی تہذیب وتمدن کا حقیقی احیاء اسی وقت ممکن ہے جب مسلمان قرآن وسنت کی تعلیمات کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا محور بنا لیں۔

یاد رکھیں کہ! اسلامی تہذیب وتمدن کی یہ درخشاں داستان ماضی کی یادگار نہیں بلکہ ایسا عظیم الشان سرمایہ ہے جس نے کبھی دنیا کی فکری علمی اور اخلاقی قیادت اپنے ہاتھوں میں رکھی تھی۔ مگر تاریخ کا یہ بھی ایک تلخ پہلو ہے کہ جس امت نے کبھی علم وحکمت کے چراغ روشن کیے تھے آج وہی امت فکری انتشار، اخلاقی زوال اور تہذیبی کمزوری کا شکار نظر آتی ہے۔ یہ سوال نہایت اہم اور فکر انگیز ہے کہ آخر وہ کون سی وجوہات ہیں جن کی بنا پر مسلمان اس عظمت اور سعادت سے محروم ہو گئے جس کے وہ کبھی امین اور وارث تھے؟

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے زوال کا بنیادی سبب اسلام کی تعلیمات سے تدریجی دوری ہے۔ جب تک مسلمان قرآن وسنت کو اپنی زندگی کا مرکز ومحور بنائے ہوئے تھے ان کے اندر علم کی طلب، کردار کی پختگی، عدل کی پاسداری اور اخلاص کی روشنی موجود تھی۔ ان کی فکر میں وسعت، ان کے کردار میں دیانت اور ان کے عمل میں ذمہ داری کا احساس پایا جاتا تھا۔ مگر جب انہوں نے اپنے اس اصل سرچشمہ ہدایت سے غفلت برتنی شروع کر دی تو ان کے اندر سے وہ روحانی قوت بھی کمزور پڑنے لگی جس نے انہیں دنیا کی قیادت کے مقام تک پہنچایا تھا۔ قرآن کریم نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ"

اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کرے۔ اس آیت میں مسلمانوں کے عروج وزوال کا ایک واضح اصول بیان کر دیا گیا ہے کہ جب قومیں اپنی اصل اقدار سے دور ہو جاتی ہیں تو ان کا زوال ناگزیر ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں کی موجودہ پسماندگی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ انہوں نے علم وتحقیق کی اس روایت کو ترک کر دیا جو کبھی ان کی پہچان ہوا کرتی تھی۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان جب تک علم کو عبادت سمجھ کر حاصل کرتے رہے، دنیا کے علمی افق پر ان کا آفتاب روشن رہا۔ مگر جب انہوں نے علم کی جگہ محض ظاہری تفاخر اور داخلی اختلافات کو اہمیت دینا شروع کر دی تو ان کے علمی مراکز بھی زوال کا شکار ہو گئے۔ اس کے نتیجے میں وہ قومیں جنہوں نے کبھی مسلمانوں سے علم سیکھا تھا آج ترقی کے میدان میں ان سے بہت آگے نکل چکی ہیں۔ اسی طرح اخلاقی انحطاط اور باہمی تفرقہ بھی مسلمانوں کی کمزوری

کا ایک بڑا سبب ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو اخوت و اتحاد اور باہمی احترام کا درس دیا تھا مگر افسوس کہ آج امتِ مسلمہ فرقہ وارانہ تعصبات، باہمی دشمنیوں اور ذاتی مفادات کی کشمکش میں مبتلا دکھائی دیتی ہے۔ جب ایک قوم کے افراد باہمی محبت اور اتحاد سے محروم ہو جائیں تو وہ اپنی اجتماعی قوت بھی کھو بیٹھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان تعداد میں کثرت کے باوجود اثر ونفوذ کے اعتبار سے کمزور دکھائی دیتے ہیں۔ تاہم یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ اسلام کی تعلیمات آج بھی اسی طرح زندہ وتابندہ ہیں جس طرح چودہ سو سال پہلے تھیں۔ قرآن کریم آج بھی انسانیت کو ہدایت کی دعوت دے رہا ہے اور رسول اکرم ﷺ کی سیرت آج بھی عملی زندگی کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ اس لیے یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ اسلامی تہذیب کا دور ختم ہو چکا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس تہذیب کی روح آج بھی زندہ ہے صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان خود اس کی طرف رجوع کریں اور اپنی زندگیوں کو اس کے اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اگر مسلمان آج بھی اخلاصِ نیت کے ساتھ قرآن وسنت کی تعلیمات کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیں، علم وتحقیق کو اپنا شعار بنالیں، اخلاق و کردار کی بلندی کو اپنا مقصد قرار دے لیں اور باہمی اتحاد و اخوت کو فروغ دیں تو وہ دوبارہ دنیا میں عزت و وقار حاصل کر سکتے ہیں۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی مسلمانوں نے اپنے دین کی اصل روح کو اپنایا، اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت وسربلندی عطا فرمائی۔ لیکن جب انہوں نے اس سے غفلت برتی تو زوال ان کا مقدر بن گیا۔ لہٰذا! آج مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ماضی کی عظمت پر محض فخر کرنے کے بجائے اس سے سبق حاصل کرے۔ اسلامی تہذیب کا حقیقی احیاء اسی وقت ممکن ہے جب مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھالنے کی سنجیدہ کوشش کریں۔ یہی وہ راستہ ہے جو انہیں دوبارہ علم وحکمت کی قیادت، اخلاقی برتری اور تہذیبی وقار کے مقام تک پہنچا سکتا ہے۔ اگر مسلمان اس حقیقت کو سمجھ لیں اور اپنی عملی زندگی میں اس کا مظاہرہ کریں تو بعید نہیں کہ ایک بار پھر دنیا اسلامی تہذیب کی روشنی سے منور ہو جائے اور انسانیت کو عدل وامن اور اخلاق کی وہ نعمت میسر آئے جس کا خواب آج کا مضطرب اور بے چین عالم دیکھ رہا ہے۔

* کریم گنج، پورن پور، پیلی بھیت، یوپی

iftikharahmadquadri@gmail.com

شاہ است حُسین، بادشاہ است حُسین
دیں است حُسین، دیں پناہ است حُسین
سر داد نداد دست در دستِ یزید
حقّا کہ بنائے لا الٰہ است حُسین

میں ہوں، درِ عباس ہے اور میری جبیں ہے
سب کہنے کی باتیں ہیں، فلک ہے نہ زمیں ہے
سنتے ہیں کہ بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی
عباس تو ہاتھوں کا بھی محتاج نہیں ہے

نہ سنبھلو گے تو

مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانوں

از : مولانا حسنین رضا علیمی جامعی

مقیم حال: گوونڈی، مہاراشٹرا

وطن عزیز ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش میں پولیس کی غنڈہ گردی مزید اس پر اتر پردیش وزیر اعلیٰ کا بھڑکاو بیان جس سے مسلمانوں کے تئیں ان کی نفرت صاف جھلک رہی تھی، دہشتگردی ذہنیت بالکل واضح تھی۔ اس پر قائدین ملت اسلامیہ کو سر جوڑ کر بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ یہ ہماری تاریخ رہی ہے کہ جب ظلم بڑھا ہے تو علماء نے ماحول اور ضرورت کے مطابق قران واحادیث کا واضح فیصلہ امت مسلمہ کے سامنے رکھا۔ اوراق گردانی کی جائے تو پتہ چلے گا کہ بغداد کے تاراج ہونے سے قبل علماء ربانین نے کس قدر لوگوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی، سقوطِ غرناطہ سے بچنے کے لئے حامد بن زہرہ نے لوگوں کو علم جہاد بلند کرنے کی ترغیب دی۔ خوارزمی سلطنت پر جب منگول حملہ ہوا تو خواجہ نجم الدین کبری سر بکف ہو کر ایوانِ باطل کے سامنے حق کا روشن چراغ بن کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ انہوں نے شہادت کا جام پیا، ترکی کی سرزمین پر جب سیکولرزم نے اپنے پنجے گاڑے اور عربی اذان و تعلیمات اسلام وغیرہ پر پابندی لگا دی گئی تو شیخ محمود آفندی جیسے افراد نے لوگوں کو راہ حق کی طرف رہنمائی کی، ہندوستان کی سرزمین پر جب انگریزوں کا تسلط زور پکڑتا جا رہا تھا تو علامہ فضل حق خیر آبادی جیسے قلم بردار نے لوگوں کے اندر درندوں سے پنجہ آزمائی کا جوش و جزبہ پیدا کیا، ان کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ ان علماء نے لوگوں کو ضرورت کے مطابق عمل کرنے کا مشورہ دیا جہاد کی ضرورت پڑی تو سر پر کفن باندھ کر سیف بردار بن گئے، سیاست کی ضرورت محسوس کی تو ذہنی لڑائی کی راہ دکھائی، کفر کو علم کے میدان میں شکست دینے کی بات آئی تو ہاتھوں میں قلم تھام لیا۔

جہاں ان مقدس ہستیوں کی تاریخ لکھی جاتی ہے وہیں پر ہوا۔ نفس کے مارے ان علماء کے کرتوتوں کا سیاہ باب بھی تاریخ کے اوراق میں نقش ہے جو ہلاکو کے حملے کے وقت باہم دست و گریباں تھے۔ ایک دوسرے کی ٹوپی اچھالنے میں مشغول تھے، مناظرہ و مباہلہ کے نام پر ایک دوسرے کی تذلیل کرتے تھے، ان کے حامی جوان ایک دوسرے پر تلوار کھینچ لیا کرتے تھے، جو شخص ان کو اس ظلم سے نکالنے کے لئے سر توڑ کوشش کرتا وہ اسی پر سیخ پا ہو جاتے، اس پر کفر و بدعقیدگی کے فتوے لگا کر لوگوں کو اس سے دور کر دیتے تھے۔ برٹش کی حکومت کے دوران بھی یہی ہوا کہ ان کے تلوے چاٹنے والوں نے علماء ربانین کی مخالفت کی اور انگریزوں کی خصیہ برداری میں لگے رہے۔ پھر تاریخ نے ظلم کا ایک نیا باب کھولا بغداد جل کر راکھ ہو گیا اور بھارت انگریزوں کا غلام بن گیا۔

ان زمانوں کا اور موجودہ زمانے میں وطن عزیز ہندوستان میں چند سالوں سے پیش آنے والے واقعات کا اگر تقابلی جائزہ لیا جائے تو بہت یکسانیت نظر آتی ہے۔

جو نہیں راستہ دکھاتا ہے، آر ایس ایس اور بھاجپا کے ظلم و جبر سے نجات دلانے کی بات کرتا ہے، ناموس اسلام کے لئے آگے آنا چاہتا ہے، ان کو قانونی دائرہ میں رہ کر مسائل کو حل کرنے کا مشورہ دیتا ہے، اپنی سیاست کو مضبوط کر اپنا کوئی مسلم دل بنانے کی بات کرتا ہے تو اس پر کہیں کفر کے فتوے، کہیں بدعقیدگی کا ٹیگ، تو کہیں اسے بھاجپا کی بی ٹیم کہہ کر دھتکار دیا جاتا ہے۔

چاروں طرف ظلم کے سیاہ بادل منڈلا رہے ہیں، شعائر اسلام پر دھیرے دھیرے پابندیاں لگتی جا رہی ہیں، ہماری مقدسات کی حرمت کو کھلے عام پامال کیا جا رہا ہے، کبھی ناجائز قبضہ بتا کر تو کبھی کسی پرانی انجان آستھا کا دعویٰ کر کے ہماری تاریخی مسجدیں ہم سے ایک ایک کر کے چھینی جا رہی ہیں، مندر کے نام پر درگاہوں پر نشانہ سادھا جا رہا ہے، حکمت کے نام پر وقف بورڈ پر غیروں کو بیٹھایا جا رہا ہے، حق گو علماء کو ایک ایک کر کے اندر کرنے کی ناپاک سعی کی جا رہی ہے، ہر طرف جبر کی آندھی ہے، ظلم کا طوفان ہے، مسلمانوں کے خلاف نفرتوں کا سیلاب ہے، مسلم نوجوانوں کو قید کرنے کا سلسلہ دراز ہے لیکن پھر بھی ہمارے قائدین خاموش ہیں، ہمارے رہنما چپ ہیں، کتنے ہی مسلمان اس آندھی کے نذر ہو گئے، نفرت کے اس گھٹن میں کتنی ماؤں کے لاڈلے رخصت ہو گئے، بہتوں کو پابند سلاسل کر دیا گیا، کتنوں کا سہاگ اجڑ گیا، کتنے بچے شفقت پدری سے محروم ہو گئے لیکن ان نام نہاد قائدین کے سروں پر جوں تک نہ رینگے ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں، مظلوموں کی چیخیں، ماؤں کی آہ و زاری، بے گناہ معصوم بچوں کی سسکیاں بھی ان تک نہ پہنچ سکیں۔ وہ آج بھی اپنے محلوں میں بیٹھ کر اے سی کی سرد ہواؤں کے مزے لے رہے ہیں وہ علماء سو جن کی زبانیں اپنے پیروں کے نام پر ایک ہاتھ دراز ہو جاتی ہیں وہ ناموس رسالت ﷺ کے لئے قیادت کیوں نہیں سنبھال رہے ہیں، آئی لو محمد ﷺ کہنے کی بنا پر جیل کی کال کوٹھری میں بند کئے جانے والے مسلمانوں کو بچانے کے لیے کوئی لائحہ عمل کیوں نہیں طے کر رہے ہیں، ایک منظم طریقے سے زمینی سطح پر اربابِ سیاست کے ساتھ مل کر شعائر اسلام کی تحفظ و بقا کے لیے کوئی قانون کیوں نہیں پاس کروا رہے ہیں۔ دیگر اقوام کے رہبر و رہنما اپنی مذہبی شعائر کی حفاظت کے قانون پاس کروا چکے ہیں پورے بھارت میں نہ تو کوئی عیسائیوں پر زیادتی کر پاتا ہے نہ ہی کسی سکھ کے گردواروں پر قبضہ کرنے کی بات کرتا ہے جبکہ وہ تعداد میں ہم سے بہت کم ہیں بھارت کی کل آبادی کا ہم پچیس فیصد یعنی دوسرے نمبر کی بڑی تعداد میں ہیں لیکن کیا پارلیمنٹ میں ہماری آواز ہے، کیا ہمارا اپنا کوئی دل یا کوئی سیاسی طور پر مضبوط جماعت ہے سپریم کورٹ، ہائی کورٹ جہاں سے ہمارے خلاف فیصلے ہوتے ہیں کیا وہاں پر کوئی ہماری نمائندگی کرنے والا ہے۔ حضور ﷺ کی ذاتی زندگی کے حوالے سے سنسد میں یا عوام میں اٹھنے والی آواز کو دبانے کے لیے کیا ہمارے پاس کوئی مضبوط قانون دان ہے۔ جواب ندارد۔ کوئی جواب نہیں ملے گا کیونکہ ہم ان پچھتر سالوں میں فقط اسٹیج سجائے ہیں خطابت و تقریر کے نام پر جاہلوں کو کرسی دی ہے نعت خوانی کے نام پر گویا دیا ہے جلسے، جلوس اور اعراس بزرگاں کے نام پر ہم نے سیٹھوں کی جیبیں خالی کروائی ہیں، لیکن تعلیمی نظام کے لیے کالج و یونیورسٹی کے نام پر اہل ثروت کے سامنے کبھی جانا بھی گوارا نہیں کیا کیوں کہ اس کو تو عصری تعلیم یا مغربی تعلیم کہہ کر ترک کر دیا۔ اپنا کوئی مضبوط وکیل نہیں بنایا کیوں کہ اس میں جھوٹ بولنا پڑے گا۔ یہ کہہ کر ہم خاموش ہو گئے جب بات بگڑی تو غیر مسلم وکیلوں کے پیروں پر گر پڑے۔

ہم کب ہوش میں آئیں گے کیا جب یہ ظلم و بربریت سارے راستوں کو چیرتا ہوا ہمارے دروازے پر دستک دے گا تب، یا ہماری بہنو کے سروں سے چادر عصمت کو چھین کر تار تار کر دے گا تب، کیا ہم نے غرناطہ، اشبیلیہ، قرطبہ کی مسجدوں میں مسلم عورتوں کی ان برہنہ لاشوں کو بھلا دیا ہے یا ۴۷ کی لڑائی میں ہجرت کرتے بچوں کی کرپانوں پر اچھلتی ہوئی لاشوں کو فراموش کر دیا ہے۔

اے میری قوم یہ کفار ہیں مشرکین ہیں جن کے دلوں شفقت و رحمت کا نور نہیں ہے ان کے دل سیاہ ہیں یہ تو اسی تاک میں ہیں کہ تم مشرک ہو جاو، یہ شروع ہی سے یہی چاہتے ہیں کہ تمہارے دلوں سے عشق مصطفی کا چراغ بجھا دیں، تم کو بھی اپنی طرح صنم پرست بنانا چاہتے ہیں، وہ تو خواہش رکھتے ہیں کہ تم بھی حرام و حلال کی تمیز ختم کر دو لیکن اللہ نے تم کو نور ایمان سے منور کیا ہے، تم کو شعور و آگہی سے نوازا ہے تو تم علامہ ارشد القادری جیسا بے باک رہنما کسی کو بنا لو، حضور ریحان ملت کی طرح پارلیمنٹ میں کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر للکارنے والا کوئی مرد میدان چن لو اس سے پہلے کہ یہ ظلم ستم کی تاریک گھٹائیں تم کو بہا کر لے جائیں اور تمارا وجود ہی نیست و نابود ہو جائے۔

نہ سنبھلو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانوں
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ہاتھوں میں تلوار لے کر نکل پڑو، ہوگی جی کو بندوق کے ٹریگر پر رکھ لو، مودی جی کے گھر پر بم گرا دو، امت شاہ کو رائفل کے دہانے پر کھڑا کر دو، علم جہاد بلند کر دو لیکن اتنا تو کر سکتے ہو کہ اپنی سیاست مضبوط کر لو جو کفر کے ایوان میں حق کی آواز بن کر چمکے، اپنی ایسی کوئی پارٹی بنا لو جو اس کفرستان میں ناموس اسلام کی صدا بن سکے، ایسا کوئی مسلم لیڈر منتخب لو جو ہر میدان میں علم سیاست کی روشنی میں اسلام کا دفاع کر سکے، تمہارے حق کی لڑائی لڑ سکے، پارلیمنٹ میں تمہاری گرج بن سکے، مظلوم مسلمانوں کو ان کا حق دلا سکے، قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار نوجوانوں کو رہائی دلا سکے، بے گناہ مسلمانوں کو انصاف دلا سکے ہمارے شعائر کی حفاظت کیلئے لڑائی لڑ سکے، مساجد و مدارس اور خانقاہوں کو کفر کے دست ظلم سے آزادی دلا سکے۔ ایک مسلمان اور خاص کر سر پر العلماء ورثۃ الانبیاء کا تاج رکھنے کی وجہ سے اس کے لیے سب سے پہلے علماء اسلام کو قیادت سنبھالنا چاہئے وہ اس کے سب سے زیادہ اہل ہیں تا کہ وہ دینی اور دنیوی دونوں زاویے سے ہندوستانی مسلمان اور اسلام کا دفاع کر سکیں لیکن سوال یہی ہے کہ بلی کے گلے میں گھنٹی باندھے گا کون۔

اللہ مسلمانوں کے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔

ازقلم۔حسنین رضا علیمی جامعی گونڈوی
مقیم حال گونڈی ممبئی مہاراشٹر

قطعہ

یہ دین پناہی کا شرف کس کو ملا ہے
یہ کس کا لقب ہے جو سر عرش لکھا ہے
اجمیر کے خواجہ نے یہ سچ خوب کہا ہے
لاریب کہ شبیر ہی کلمے کی بقا ہے

خانہ کعبہ کی تاریخ اور فضیلت واہمیت

مولانا حشیم الدین قادری، ضلع اتر دیناج پور، بنگال

خانہ کعبہ کی تاریخ :

مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یا خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "تفسیر نعیمی" میں نقل فرماتے ہیں (صاحب تفسیر روح البیان) اور (صاحب تفسیر عزیزی) نے فرمایا کہ زمین سے پہلے پانی ہی تھا۔ قدرتی طور پر دو ہزار سال پہلے کعبے کی جگہ اس پر سفید جھاگ پیدا ہوا کچھ روز میں اس کو پھیلا کر زمین کر دیا گیا پھر جب فرشتوں کو اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کی پیدائش کی خبر دی تو انہوں نے اپنے خلافت کا استحقاق پیش کیا اور حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش کی حکمت پوچھی۔ مگر اس جرات کی معذرت میں توبہ کی نیت سے سات برس عرش اعظم کا طواف کیا، حکم الٰہی ہوا کہ زمین میں بھی اسی جھاگ کی جگہ نشان لگا دو جہاں میرے بندے خطا کر اس کے طواف سے مجھے راضی کیا کریں۔

(تفسیر نعیمی جلد 1 ص 641، تفسیر روح البیان ج 1 ص 230)

تمام مسجدوں میں افضل "مسجد حرام" اور ساری مساجد کا قبلہ "خانہ کعبہ" ہے

(تفسیر نسفی ص 429، پ 10، التوبۃ تحت الآیۃ 18:)

اور اللہ کی عبادت کے لیے روئے زمین پر سب سے پہلا گھر یہی مُقرر ہوا۔ (پ 4 الِ عمران 96:)

تاریخی حیثیت سے دیکھا جائے تو بقول علّامہ احمد بن محمد قَسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خانۂ کعبہ کی تعمیر 10 مرتبہ ہوئی۔

(ارشاد الساری، ج 4 ص، 103 تحت الحدیث 1582:)

پہلی تعمیر : حضرت آدم علَیْہِ السَّلَا م کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل سب سے پہلے خانۂ کعبہ فِرشتوں نے تعمیر کیا۔

(تفسیر خازن، ج 1 ص 275)

دوسری تعمیر : دوسری مرتبہ بحکم الٰہی حضرت سیدنا آدم علَیْہِ السَّلَا م نے خانۂ کعبہ کی تعمیر فرمائی، حضرت جبریل امین علَیْہِ السَّلَا م نے خط کھینچ کر جگہ کی نشاندہی کی، حضرت آدم علَیْہِ السَّلَا م نے بنیادیں کھودیں اور حضرت حوا رضی اللہ تعالی عنہا نے مٹی اٹھانے کا کام کیا، پھر آپ کو طواف کا حکم ہوا اور فرمایا گیا : آپ پہلے انسان ہیں اور یہ پہلا گھر ہے۔ (تاریخ دمشق، ج 7 ص 427 ملخصاً)

تیسری تعمیر : اِس گھر کو تیسری بار حضرت شیث بن آدم علَیْہِمَا السَّلَا م نے مٹی اور پتھر سے تعمیر فرمایا۔

(شفاء الغرام، ج 1 ص 126۔ ارشاد الساری، ج 4 ص 103، تحت الحدیث 1582:)

بعض نے فرمایا کہ آپ نے صرف خانۂ کعبہ کی مَرمّت کا کام کیا تھا۔ (تفسیر نعیمی، ج 4 ص 30)

چوتھی تعمیر : طوفانِ نوح کے وقت خانۂ کعبہ کی عمارت آسمان پر اٹھالی گئی اور یہ جگہ ایک اونچے ٹیلے کی مانند رہ گئی، پھر اُسی بنیاد پر حضرت ابراہیم علَیْہِ السَّلَا م نے خانۂ کعبہ کو تعمیر فرمایا جس میں پتھر اٹھا کر لانے کا کام حضرت اسماعیل علَیْہِ السَّلَا م نے سرانجام دیا، اس خاص اور عظیم تعمیر کا ذکر اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے سورۂ بقرۃ کی آیت 127 میں فرمایا ہے۔

(تفسیر کبیر، ج3،ص296-تفسیر نعیمی، ج4،ص 30 ماخوذاً)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب طوفان نوح کے بعد بیت المعمور جس کی بنیاد حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے رکھی تھی، کو چھٹے آسمان پر اٹھایا گیا تو اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ شریف کی جگہ آکر اس کے نشانات پر بنیاد رکھیں۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے مگر وہ آپ علیہ السلام سے پوشیدہ تھا اور آپ علیہ السلام کو اس کا کوئی نشان دکھائی نہ دے رہا تھا تو اللہ عزوجل نے ایک بادل بھیجا جو لمبائی چوڑائی میں بیت اللہ شریف کی مقدار کے برابر تھا، اس کا سر، زبان اور دو آنکھیں تھیں۔ وہ بیت اللہ شریف کے مقام پر کھڑا ہوگیا اور عرض کی: اے ابراہیم (علیہ السلام) میری مقدار کے برابر بنیاد رکھ دیں۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس کے کہنے کے مطابق بنیاد رکھی پھر بادل چلا گیا۔ جب آپ علیہ السلام اس کے بنانے سے فارغ ہوئے تو طواف کیا۔

(شعب الایمان للبیھقی، باب فی المناسک، ج 3 ص 436، حدیث3989)

پانچویں اور چھٹی تعمیر: خانۂ کعبہ کو پانچویں بار قوم عمالقہ اور چھٹی مرتبہ قبیلہ جُرہُم نے تعمیر کیا۔ قبیلہ جُرہُم میں سے جس شخص نے یہ کام کیا اُس کا نام حرث بن مُضاض اصغر تھا۔

(ارشاد الساری، ج4،ص 103 تحت الحدیث 1582 :)

ساتویں تعمیر: پاکیزہ نسب رسول کے ایک فرد حضرت قُصَی بن کِلاب نے بھی خانۂ کعبہ کی تعمیر فرمائی اور از سرِ نو بے مثال عمارت بنائی۔ (شفاء الغرام، ج1،ص128۔

ارشاد الساری، ج4،ص103 تحت الحدیث 1582:)

آٹھویں تعمیر: ایک عورت خانۂ کعبہ کو دُھونی دے رہی تھی کہ ایک چنگاری اڑ کر خانۂ کعبہ کے غلاف پر گری، اور آگ لگ گئی، اس سبب سے یا سیلاب کی وجہ سے خانۂ کعبہ کی دیواریں کمزور ہوگئیں تو مکۂ مکرمہ کے معزز قبیلے قریش نے اسے دوبارہ تعمیر کیا جس میں حضور اکرم ﷺ بھی شریک ہوئے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، ج2،ص169)

یاد رہے کہ حلال سرمایہ کم ہونے کے باعث قریش کی تعمیر میں حطیم کو شامل نہیں کیا گیا تھا۔

نویں تعمیر: یزیدی فوج کی سنگ باری سے جب خانۂ کعبہ کی دیواریں شکستہ ہوگئیں تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حطیم (جو کہ قریش کی تعمیر میں شامل نہ کیا گیا تھا اس) کو شامل کرکے بنیادِ ابراہیمی پر نئے سرے سے تعمیر کیا۔

(شفاء الغرام، ج1،ص132 ملخصاً)

دسویں تعمیر: عبدُ المَلِک بن مروان کے نائب حجاج بن یوسف (جو کہ ایک ظالم حکمران تھا) نے 74 ہجری میں پھر سے خانۂ کعبہ کو قریش والی تعمیر کے مطابق بنا دیا۔ (شفاء الغرام، ج1،ص135 ملخصاً) علامہ سلیمان جَمَل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: بعض تاریخ دانوں کے بقول 1039 ہجری کے بعد بھی کسی بادشاہ نے تعمیرِ کعبہ کی ہے۔ (حاشیہ جمل، ج1،ص160) اور مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: 1040 ہجری میں (سلطنتِ عثمانیہ کے) سلطان مراد بن احمد خان شاہ قسطنطنیہ نے حجر اسود والے رُکن کے علاوہ ساری عمارت کو بنیادِ حجاج کے موافق تعمیر کیا۔

(تفسیر نعیمی، ج1،ص692)

لہٰذا خانۂ کعبہ کی موجودہ عمارت کم وبیش 407 سال کی ہے کیونکہ 1040ھ میں بنی اور اب 1447ھ ہے۔

کعبہ شریف قبلہ کیسے بنا؟

جب حضورِ اقدس ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو انہیں بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور نبی کریم ،محبوبِ ربِّ عظیم ﷺ نے اللہ پاک کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے اسی طرف منہ کرکے نمازیں ادا کرنا شروع کر دیں۔ البتہ حضور پرنور ﷺ کے مبارک دِل کی خواہش یہ تھی کہ خانہ کعبہ کو مسلمانوں کا قبلہ بنادیا جائے، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ بیت المقدس کو قبلہ بنایا جانا حضور اکرم ﷺ کو ناپسند تھا بلکہ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ خانہ کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے علاوہ کثیر انبیاء کرام علیہم السلام کا قبلہ تھا اور ایک وجہ یہ تھی کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کی وجہ سے یہود فخر و غرور میں مبتلاء ہو گئے اور یوں کہنے لگے تھے کہ مسلمان ہمارے دین کی مخالفت کرتے ہیں لیکن نماز ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے پڑھتے ہیں۔ چنانچہ ایک دن نماز کی حالت میں حضورِ اقدس ﷺ اس امید میں بار بار آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے کہ قبلہ کی تبدیلی کا حکم آجائے، اس پر نماز کے دوران یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی جس میں حُضُورِ انور ﷺ کی رِضا کو رِضائے الٰہی قرار دیتے ہوئے اور آپ ﷺ کے چہرہ انور کے حسین انداز کو قرآن میں بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ کی خواہش اور خوشی کے مطابق خانہ کعبہ کو قبلہ بنادیا گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نماز ہی میں خانہ کعبہ کی طرف پھر گئے، مسلمانوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ اسی طرف رخ کیا اور ظہر کی دو رکعتیں بیت المقدس کی طرف ہوئیں اور دو رکعتیں خانہ کعبہ کی طرف منہ کرکے ادا کی گئیں۔

خانہ کعبہ کی فضیلت اور اہمیت :

پارہ 4 سورۃ آلِ عمران کی آیت نمبر 96 میں اللہ کریم کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَۚ (۹۶) (پ ۴، آلِ عمران ۹۶ :)

ترجمہ کنزالایمان: بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا راہنما۔

صَدرُالاَفاضِل حضرت علّامہ مولانا سیّد مفتی محمد نعیمُ الدین مُرادآبادی رَحْمَۃُ اللّٰہ عَلَیہ اس آیتِ مقدسہ کے تحت فرماتے ہیں کہ اس میں بتایا گیا کہ سب سے پہلا مکان جس کو اللہ کریم نے طاعت وعبادت کے لئے مقرر کیا نماز کا قبلہ، حج اور طواف کا مقام بنایا جس میں نیکیوں کے ثواب زیادہ ہوتے ہیں وہ کعبۂ مُعظّمہ ہے جو شہرِ مکّۂ مُعظّمہ میں واقع ہے۔

حضرت سیّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: "تَورات شریف" میں ہے کہ اللہ پاک بَروزِ قیامت اپنے 7 لاکھ مُقرَّب فِرِشتوں کو بھیجے گا جن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں سونے کی ایک زنجیر ہوگی، اللہ پاک فرمائے گا: ''جاؤ! اور کعبہ کو ان زنجیروں میں باندھ کر محشر کی طرف لے آؤ''، فِرِشتے جائیں گے اُسے زنجیروں سے باندھ کر کھینچیں گے اور ایک فرشتہ پکارے گا: ''اے کعبۃُ اللہ! چل''، تو کعبہ مبارکہ کہے گا : ''میں نہیں چلوں گا جب تک میرا سُوال پورا نہ ہو جائے۔'' فَضائے آسمانی سے ایک فِرِشتہ پُکارے گا: ''تُو سُوال کر!''، تو کعبہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کرے گا : ''اے اللہ پاک! تُو میرے پڑوس میں مدفون مؤمنین کے حق میں میری شَفاعت قبول فرما۔'' تو کعبہ شریف ایک آواز سُنے گا: ''میں نے تیری درخواست قبول فرمالی۔'' حضرتِ سیّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں : ’’پھر مکۂ مکرّ مہ میں دفن ہونے والوں کو اُٹھایا جائے گا جن کے چہرے سفید ہوں گے۔ وہ سب اِحرام کی حالت میں کعبے کے گرد جمع ہو کر تَلْبِیَہ (یعنی لبیک) کہہ رہے ہوں گے۔ پھر فرشتے کہیں گے :اے کعبہ! اب چل۔ تو وہ کہے گا: ’’میں نہیں چلوں گا، جب تک کہ میری درخواست قبول نہ ہو جائے۔‘‘ تو فضائے آسمانی سے ایک فرشتہ پکارے گا: تُو مانگ، تجھے دیا جائے گا۔ تو کعبہ شریف کہے گا : ’’اے اللہ پاک! تیرے گنہگار بندے جو اکٹھے ہو کر دُور دُور سے غُبار آلود میرے پاس آئے۔ انہوں نے اپنے اَہل وعِیال اور اَحباب کو چھوڑا، اُنہوں نے فرمانبرداری اور زِیارت کے شوق میں نکل کر تیرے حکم کے مطابق مناسکِ حج ادا کئے، تو میں تجھ سے سُوال کرتا ہوں کہ ان کے حق میں میری شَفاعت قَبو ل فرما، ان کو قِیامت کی گھبراہٹ سے اَمن عنایت فرما اور انہیں میرے گرد جمع کر دے۔‘‘ تو ایک فرشتہ ندا دے گا: اے کعبہ ان میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہوں نے تیرے طواف کے بعد گناہوں کا ارتِکاب کیا ہو گا اور ان پر اِصرار کر کے اپنے اُوپر جہنّم واجب کر لیا ہو گا۔ تو کعبہ عَرض کرے گا : ’’اے اللہ پاک! اِن گنہگاروں کے حق میں بھی میری شَفاعت قَبول فرما جن پر جہنّم واجب ہو چُکا ہے۔‘‘ تو اللہ پاک فرمائے گا: ’’میں نے اُن کے حق میں تیری شَفاعت قَبول فرمائی۔‘‘ تو وُہی فرشتہ ندا کرے گا: جس نے کعبے کی زیارت کی تھی وہ دیگر لوگوں سے الگ ہو جائے۔ اللہ پاک ان سب کو کعبے کے گرد جمع کر دے گا۔ ان کے چہرے سَفید ہوں گے اور وہ جہنّم سے بے خوف ہو کر طواف کرتے ہوئے تَلْبِیَہ کہیں گے۔ پھر فرشتہ پُکارے گا: اے کعبۃُ اللہ! چَل۔ تو کعبہ شریف (اس طرح) تَلْبِیَہ کہے گا : ’’لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ، وَالْخَیْرُ كُلُّهٗ بِیَدَیْكَ، لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ‘‘ پھر فرشتے اُس کو کھینچ کر میدانِ مَحشر تک لے جائیں گے۔ (الروض الفائق فی المواعظ والرقائق ص ٦٦)

بروز قیامت کعبہ مشرفہ پہلی رات کی دلہن کی طرح اٹھایا جائے گا تو جن لوگوں نے اس کا حج کیا وہ اس کے پردوں کے ساتھ لٹکے ہوں گے اور اس کے گرد چکر لگا رہے ہوں گے یہاں تک کہ یہ جنت میں داخل ہو گا تو وہ بھی اس کے ساتھ داخل ہو جائیں گے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الحج، الباب الاول ج 1 ص 324)

حدیث پاک میں ہے کہ اللہ عزوجل ہر رات اہل زمین کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور سب سے پہلے اہل حرم کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور اہل حرم میں بھی سب سے پہلے مسجد حرام والوں پر نظر رحمت فرماتا ہے۔ پھر جس کو طواف کرتے ہوئے پاتا ہے اسے بخش دیتا ہے اور جسے نماز میں مشغول پاتا ہے اس کی مغفرت فرما دیتا ہے اور جسے کعبہ کی طرف رخ کئے ہوئے پاتا ہے اسے بھی معاف فرما دیتا ہے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الحج، الباب الاول ج 1، ص 325)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے :اس بیت اللہ شریف پر ہر دن ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ ساٹھ طواف کرنے والوں کے لئے، چالیس نماز پڑھنے والوں کے لئے اور بیس اسے دیکھنے والوں کے لئے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الحج، الباب

الاول ج 1، ص 322)

کعبہ شریف کی کچھ خصوصیات:

کعبہ شریف سب سے پہلی عبادت گاہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی طرف نماز پڑھی۔کعبہ شریف تمام لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا جبکہ بیتُ المقدس مخصوص وقت میں خاص لوگوں کا قبلہ رہا۔کعبہ شریف مکہ معظمہ میں واقع ہے، جہاں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے۔کعبہ شریف کا حج فرض کیا گیا۔حج ہمیشہ صرف کعبے کا ہوا، بیتُ المقدس قبلہ ضرور رہا ہے، لیکن کبھی اس کا حج نہ ہوا۔کعبہ شریف کو امن کا مقام قرار دیا گیا ہے۔کعبہ شریف میں بہت سی نشانیاں رکھی گئیں جن میں ایک مقامِ ابراہیم ہے۔پرندے کعبہ شریف کے اوپر نہیں بیٹھتے اور اس کے اوپر سے پرواز نہیں کرتے بلکہ پرواز کرتے ہوئے آتے ہیں تو اِدھر اُدھر ہٹ جاتے ہیں۔جو پرندے بیمار ہو جاتے ہیں وہ اپنا علاج یہی کرتے ہیں کہ ہوائے کعبہ میں ہو کر گزر جائیں، اِسی سے اُنہیں شِفا ہوتی ہے۔وحشی جانور ایک دوسرے کو حرم کی حدود میں ایذا نہیں دیتے، حتّٰی کہ اس سرزمین میں کُتّے ہرن کے شکار کیلئے نہیں دوڑتے اور وہاں شکار نہیں کرتے۔لوگوں کے دل کعبہ معظمہ کی طرف کھنچتے ہیں اور اس کی طرف نظر کرنے سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ہر شبِ جمعہ کو ارواحِ اَولیاء اس کے اردگرد حاضر ہوتی ہیں۔جو کوئی اس کی بے حرمتی و بے ادبی کا ارادہ کرتا ہے، برباد ہو جاتا ہے۔

(صراط الجنان، ۲/ ۱۶،۱۵ملتقطاً)

محمد حشیم الدین قادری
دارالعلوم فدائیہ نوریہ، پاچھورسیا، تھانہ اسلام پور، ضلع اتر دیناج پور
بنگال رابطہ نمبر 9926714799

نعت پاک

در بدر مدحت سرکار سناتا ہوا میں
اپنی بخشش کا ہوں ساماں بناتا ہوا میں

دم بدم لفظ عطا کرتا ہوا رب کریم
شعر در شعر انہیں نعت بناتا ہوا میں

آپ ہیں مسندِ محمود پہ جلوہ افروز
اور غلاموں میں کھڑا نام لکھاتا ہوا میں

آپ رحمت سے میری چارہ گری کرتے ہوئے
آپ کو روتے ہوئے زخم دکھاتا ہوا میں

حوضِ کوثر پہ مجھے جام پلاتے ہوئے آپ
عمر کی پیاس لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا میں

سایہ گنبدِ خضریٰ پہ برستی رحمت
دونوں ہاتھوں سے اسے خود پہ گراتا ہوا میں

روکتے، کھینچتے دوزخ سے بچاتے ہوئے آپ
اور دوزخ کی طرف دوڑ لگاتا ہوا میں

جب کبھی ظلم کیا جان پہ اپنی میں نے
آپ کی سمت چلا اشک بہاتا ہوا میں

صدیوں پہلے ہیں میری فکر میں روتے ہوئے آپ
آج بھی عمر کو غفلت میں گنواتا ہوا میں

آپ فرماتے ہوئے کون سنائے گا مجھے نعت
دور جوتوں میں کھڑا ہاتھ ہلاتا ہوا میں

اچھا لگتا ہوں بہت اپنے خدا کو تحسین
اپنے ہونٹوں کو درودوں سے سجاتا ہوا میں

(یونس تحسین)

[دبستان فکرونظر]

قربانی

ایک عظیم عبادت اور اسکے تقاضے

ازقلم: محمدصادق الاسلام۔اتر دیناج پورمغربی بنگال۔
متعلم: دارالعلوم علیمیہ،جمد اشاہی،بستی،اتر پردیش۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم: امابعد۔

اسلام کی دواہم عیدوں میں سے ایک عید" عیدقربانی" ہے ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کوسارے عالم میں منائی جاتی ہے۔جسے عربی میں" عیدالاضحیٰ" اوراردو میں عیدقربانی کہتے ہیں۔یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کی قربانی کی عظیم یادگار ہے جسے اللہ رب العزت نے رہتی دنیا تک کے لیے شعائرِ اسلام اورایک دائمی عبادت بنادیا ہے۔

قربانی ہے کیا؟:

لفظ قربانی کی لغوی تعریف: یہ اردوزبان کالفظ ہے جوعربی کے لفظ قربان سے ماخوذ ہے،اصل مادہ قرب ہے،قریب ہونا،یا قریب حاصل کرنا۔

اصطلاحی میں:

قربانی اس عبادت کو کہتے ہیں جس میں خاص ایام 10، 11، 12 ذوالحجہ میں مخصوص جانورکواللہ تعالی کی رضاکے لئے ذبح کیاجائے۔

قربانی کا مقصد:

قربانی کااصل مقصدرب العالمین کی رضا،رب کی خوشنودی اوراس کاقرب حاصل کرناہے،اس لیے میرے بھائیو! جب بھی قربانی کرو! توبالکل بھی اس میں دیکھاوے یاریاکاری نہیں ہونی چاہیے بلکہ خالص اللہ کی رضااورثواب کی نیت سے قربانی کرناچاہئےگویا قرآن کی زبان میں یوں کہنا چاہیے:

"إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَلَمِينَ"

میری نمازاورمیری قربانی اورمیری زندگی اورمیری موت سب اللہ ہی کے لیے ہے جوتمام جہانوں کارب ہے۔

قربانی کیوں کرتے ہیں؟:

بندہ مومن کی بندگی کی یہ معراج ہے کہ اسے جس بات کاحکم دیاجائے بلاچوں و چرا اسے بجالائے اوراللہ کاشکراداکرے کہ اس نے اسے اپنے حکم پرسرنیازخم کرنے کی توفیق عطافرمائی،یہ تصورحیات ایک عام بندہ مومن کے بارے میں ہے اورجولوگ اللہ کے محبوب اور منتخب بندے ہیں،وہ ہرلمحہ اورہرلحظہ خودکورضائے مولی کے لیے تیاررکھتے ہیں،خصوصاً حضرات انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام چنانچہ ابوالانبیاء حضرت سیدناابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جب اللہ تعالی نے اپنی محبت میں مخلص پایااورانہیں اپنا خلیل بنالیا تو بطور آزمائش حکم دیا کہ اپنے اکلوتے اور پیارے بیٹے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کومیری راہ میں قربان کرو،اللہ تعالی کاحکم

پاتے ہی آپ راضی برضائے الٰہی ہو گئے اور اپنے بیٹے کو راہ حق میں قربان کرنے میں کچھ دیر نہ فرمایا، رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس جذبہ شکر اور ادائے بندگی کو پسند فرما کر آپ کے درجات و مراتب میں مزید بلندی عطا فرمائی اور آپ کی اس محبوب ادا کو صبح قیامت تک زندہ رکھنے کے لیے آپ کے بعد کی امتوں میں اس کا حکم باقی رکھا، قرآن کریم میں مختلف مقامات پر اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے، ایک مقام پر رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

:

"وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ (104) قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ (105) اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ (106) وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ (107) وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ"

(کنزالعرفان)

ترجمہ:

اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم! ۔بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ۔ بیشک یہ ضرور کھلی آزمائش تھی ۔اور ہم نے اسماعیل کے فدیے میں ایک بڑا ذبیحہ دیدیا۔اور ہم نے بعد والوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قربانی ابوالانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی محبوب یادگار ہے جو امت محمدیہ (علی صاحبھا الصلوۃ والسلام) میں باقی رکھی گئی ہے، اسی عظیم یادگار کو قائم رکھنے اور اللہ کے حکم سے حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت پر عمل پیرا ہونے کے لیے ہم قربانی کرتے ہیں اور صبح قیامت تک اہل ایمان قربانی کرتے رہیں گے۔

قربانی کا شرعی حکم:

قربانی کبھی واجب ہوتی ہے، کبھی سنت ہوتی ہے، کبھی نفل ہوتی ہے، کبھی مستحب ہوتی ہے۔

قربانی کس پر واجب ہے؟:

قربانی ہر وہ مسلمان مرد عورت پر واجب ہے، جو عاقل ہو، بالغ ہو، مقیم ہو، اور مالک نصاب ہو۔

قربانی کب سنت ہوتی ہے؟:

قربانی سنت مؤکدہ اس شخص پر ہوتی ہے، جس پر قربانی واجب نہ ہو لیکن پھر بھی وہ قربانی کرے۔

قربانی کب نفل ہوتی ہے؟:

اگر کوئی شخص قربانی کی نیت سے جانور خریدے، اور وہ شرعی طور پر قربانی کا مکلف نہ ہو پھر بھی قربانی کریں ۔ یا کوئی شخص اپنے مرحوم والدین یا رشتے داروں کے لے کرائے۔

قربانی مستحب کب ہوتی ہے؟:

اگر کسی شخص پر قربانی واجب نہ ہو بلکہ سنت ہو تبھی وہ رب ذوالجلال کی رضا کے لئے قربانی کرے تب یہ عمل مستحب ہے۔

قربانی کے فوائد و برکات:

جب آپ کی قربانی خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوگی، اور خوش دلی کے ساتھ ہوگی تو پھر ایسی قربانی کی قبولیت کا عالم یہ ہوگا کہ جیسے ہی آپ کی قربانی کے جانور کا خون اس کی رگوں سے نکلے گا زمین پر گرنے سے پہلے ہی آپ کی قربانی قبول ہو چکی ہوگی سبحان اللہ! اور ایسی قربانی کا فائدہ آپ کو دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی ملے گا چناں چہ حدیث پاک میں آیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ إِهْرَاقِ اللّٰهِ وَإِنَّهُ بَرَاقِ اللّٰهِ وَإِنَّهُ بَرَاقِهُ لَيُؤْتَى يَوْمَ الْقَامِهُ لَيُؤْتَى وَأَشْعَارِهَا وَأَخْلَافِهَا وَإِنَّ اللّٰهَ لَيَقَعُ مِنَ اللہ بمکان قبل أن يقع بِالْأَرْض فيطبوا بها نفسا ۔

(پیغامِ عید الاضحیٰ۔بحوالہ مشکوٰۃ المصالح۔)

انسان بقرعید کے دن کوئی ایسی نیکی نہیں کرتا جو خون بہانے سے خدا کو زیادہ پیاری ہو، یہ قربانی قیامت میں اپنے سینگوں بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گی اور خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے لہٰذا خوش دلی سے قربانی کرو۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید الاضحیٰ کے دن نیکیوں میں سب سے پیاری نیکی قربانی کرنا ہے۔اس لیے قربانی کی اسلام مذہب میں بہت ہی زیادہ اہمیت ہے یہاں تک کہ حدیث پاک میں آیا نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَامَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مصلانا.

جس شخص میں قربانی کرنے کی وسعت ہو پھر بھی وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

* حاصلِ گفتگو: *

قربانی ایک عظیم الشان عبادت اور شعائرِ اسلام میں سے ہے، جو ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور (ذبیح اللہ) حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عظیم قربانی اور اطاعتِ الٰہی کی یاد دلاتی ہے۔

رب ذوالجلال نے اسے امتِ محمدیہ کے لیے ایک دائمی سنت اور تقرب کا ذریعہ بنا دیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" (الکوثر)

ترجمہ: پس اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے نیکی کا وعدہ ہے، اور عید کے دن اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا رب ذوالجلال کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔لہٰذا ہر صاحبِ نصاب، عاقل اور بالغ مسلمان کو چاہیے کہ وہ محض نام ونمود اور دکھاوے سے بچ کر، خالص اللہ کی رضا کے لیے اس فریضے کو انجام دے۔یہ عمل نہ صرف آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے، بلکہ بارگاہِ الٰہی میں بندے کی وفاداری کا امتحان بھی ہے۔ہمیں اور آپ کو اس عظیم کام سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔رب ذوالجلال ہمیں اخلاص و تقویٰ کی دولت نصیب فرمائے، دکھاوے اور ریاکاری سے محفوظ رکھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دین اسلام کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کا جذبہ عطا فرمائے۔(آمین یارب العالمین)

مہ و نجوم سے بھی معتبر مدینہ ہے
حضور (ﷺ) کیسے کہوں میرا گھر مدینہ ہے
نصیب ہو تو مروں جا کے میں بھی طیبہ میں
کہ مانتا ہوں شفاعت نگر مدینہ ہے
تجلیات کا صدقہ عطا ہو پھر آقا (ﷺ)
کہ جلوہ گاہِ عتیق و عمر (رضی اللہ عنہم) مدینہ ہے
"حضور اذنِ حضوری ملے تو عرض کروں" ☆
کہ آفتاب ہے مکہ قمر مدینہ ہے
سفر نصیب ہو یارب عطا ہو رختِ سفر
نوید ہو کہ نوید ظفر مدینہ ہے
مرے حضور (ﷺ) عطا ہو سہیلِ یمنی کو
جو نور و نکہتِ گل کا ثمر مدینہ ہے

[ادبیات]

ریختہ اردو کی وراثت یا کارپوریٹ مشینری؟

ڈاکٹر شاہد حبیب صاحب

جشنِ ریختہ جیسے پلیٹ فارمز پر اردو کے محققین، اساتذہ، اور ان لوگوں کو نظرانداز کیا جانا جو زمینی سطح پر کام کر رہے ہیں، اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ اب اس تقریب کا مرکز اردو زبان کا فروغ کم اور ایونٹ کی گلیمرائزیشن زیادہ ہوگئی ہے۔

ریختہ کے پلیٹ فارم پر ایک اور تشویش ناک رجحان اردو ادب کو دیونا گری رسم الخط میں پیش کرنے کا ہے۔ اگرچہ یہ دلیل دی جاتی ہے کہ دیونا گری میں اردو کو شامل کرنے سے غیر اردو داں افراد بھی اردو ادب سے مستفید ہو سکتے ہیں، لیکن اس کے نتائج اردو کی اپنی شناخت کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ اردو کی اصل پہچان اس کا رسم الخط ہے، اور اس کی جگہ کسی دوسرے رسم الخط کو دینا نہ صرف اردو کی تہذیبی جڑوں کو کمزور کرتا ہے بلکہ اس زبان کی ثقافتی وراثت کو بھی خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ ریختہ کا یہ عمل درحقیقت اردو کی اصل روح کو دیونا گری کی گرفت میں ڈال رہا ہے، جو اردو کی موجودہ حالت کو مزید مشکل بنا سکتا ہے۔ اردو کو سمجھنے اور اس سے محبت کرنے کے لیے اس کے رسم الخط کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ یہ خطرہ ہے کہ آنے والی نسلیں اردو کو صرف دیونا گری میں دیکھیں گی اور اس کے اصل جمالیاتی اور ثقافتی پہلو سے محروم رہ جائیں گی۔ ان ہی احساسات کے تحت اردو دانشوروں نے ریختہ کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اردو مواد کو دیونا گری رسم الخط میں تبدیل کرتے ہوئے ایک شفاف روایت قائم کریں۔ تجویز یہ تھی کہ ویب سائٹ اور مطبوعات دونوں جگہوں پر واضح طور پر یہ ذکر کیا جائے کہ "اصل متن اردو رسم الخط میں لکھا گیا تھا، اور اسے فلاں نے دیونا گری یا رومن میں منتقل کیا ہے"۔ یہ وضاحت نہ صرف شفافیت کو فروغ دے گی بلکہ اردو ادب کی اصل روح کو بھی محفوظ رکھے گی۔ اس سے قاری میں اردو رسم الخط سیکھنے کی ترغیب پیدا ہوگی، کیونکہ اصل لطف تو اردو مواد کو اس کے حقیقی رسم الخط میں پڑھنے میں ہی ہے۔ دوسرا اہم فائدہ یہ ہوگا کہ مستقبل میں اگر کوئی اردو مواد کو دیونا گری رسم الخط میں ہونے کی بنیاد پر ہندی ادب کا حصہ ثابت کرنے کی کوشش کرے، تو یہ وضاحت اس کے دعوے کو کمزور کرے گی۔ اردو اور ہندی کے درمیان فرق کو ختم کرنے کی کوششیں کافی عرصے سے جاری ہیں۔ لیکن اگر اردو رسم الخط کے تحفظ کے لیے دیونا گری میں ترجمہ شدہ مواد کے ساتھ اصل کا ذکر کیا جائے، تو اردو کی انفرادیت اور تہذیبی ورثہ محفوظ رہ سکتا ہے۔ یہ نہ صرف ایک زبان کے تحفظ کی حکمت عملی ہوگی بلکہ اس کے ادب اور تاریخ کے لیے ایک اہم اقدام بھی ثابت ہوگی۔ لیکن محسوس ہوا کہ ریختہ نے اس مشورے کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔

جشنِ ریختہ 2024 کے ایک اور اہم پہلو پر غور کیا جائے تو نجی اردو ناشرین کی غیر موجودگی خاص طور پر تشویش کا باعث ہے۔ اردو کتابوں کے وہ ناشرین، جو برسوں سے اردو زبان کی خدمت میں مصروف ہیں، اس سال کے جشن میں نظر نہیں آئے۔ اس کی بنیادی وجہ جشن کے اسٹالز کی بھاری بھرکم فیس تھی، جو لاکھوں

روپے کے آس پاس تھی۔ یہ فیس چھوٹے اور درمیانے درجے کے اردو ناشرین کے لیے ناقابل برداشت ہے، اور نتیجتاً وہ اس جشن میں حصہ لینے سے محروم رہے۔ یہ صورتحال واضح طور پر ریختہ کے کارپوریٹ مزاج کی عکاسی کرتی ہے۔ ایک ایسے جشن میں، جس کا مقصد اردو زبان کا فروغ اور ترویج ہونا چاہیے، اردو ناشرین کو مالی وجوہات کی بنا پر باہر رکھا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جشن کی انتظامیہ کا زور منافع کمانے پر زیادہ ہے اور اردو کے حقیقی خادمین کو ساتھ لے کر چلنے پر کم۔ اس سے نہ صرف اردو کتابوں کی تشہیر متاثر ہوئی بلکہ قارئین کو بھی محدود مواقع فراہم کیے گئے۔

ریختہ، جو کبھی خالص اردو کی خدمت کے لیے ایک غیر منافع بخش تنظیم کے طور پر شروع ہوا تھا، اب ایک مکمل کارپوریٹ مشینری کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اس کی مینجمنٹ ٹیم اب اتنی اہل ہو چکی ہے کہ اسے اردو والوں کے تعاون کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ اردو کے چاہنے والے اور شائقین جو کبھی اس پلیٹ فارم کی جان تھے، اب صرف سامعین یا صارفین بن کر رہ گئے ہیں، جنہیں مختلف طریقوں سے مالی فوائد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ریختہ کے مختلف ایونٹس میں شائقین کی شرکت کو ایک تجارتی موقع کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ ٹکٹوں کی فروخت، کارپوریٹ اسپانسرشپ، اور دیگر تجارتی سرگرمیاں ریختہ کو ایک منافع بخش ادارہ بناتی جا رہی ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس منافع سے اردو کو کیا فائدہ ہو رہا ہے؟ کیا یہ سرمایہ اردو کے معیاری فروغ کے لیے استعمال ہو رہا ہے، یا صرف ایک کاروبار کو بڑھانے کے لیے؟

اس تمام تنقید کے باوجود، یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اردو کے شائقین اور اہلِ قلم نے خود بھی ریختہ جیسے پلیٹ فارمز کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ اگر اردو کے ماہرین اور چاہنے والے خود اپنے پلیٹ فارمز کو مضبوط کرنے پر توجہ دیتے، تو شاید ریختہ کی کارپوریٹ شکل اتنی غالب نہ آتی۔ اردو کے وارثوں کو چاہیے کہ وہ ایسے پلیٹ فارمز کو تقویت دیں جو خالص اردو کی خدمت کے لیے کام کر رہے ہیں، بجائے اس کے کہ وہ مکمل طور پر ریختہ جیسے اداروں پر انحصار کریں۔

ریختہ، خاص طور پر جشنِ ریختہ، اردو زبان کے فروغ کے لیے ایک اہم کوشش ہے، لیکن اس کا کارپوریٹ مزاج، دیوناگری رسم الخط کا بڑھتا ہوا استعمال، اردو ناشرین کی غیر موجودگی، اور اردو دانشوروں کی کم شمولیت اس کے اصل مقصد کو متاثر کر رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اردو کے چاہنے والے اور ماہرین مل کر اس بات کو یقینی بنائیں کہ اردو کی اصل روح اور وراثت محفوظ رہے۔ ریختہ کے منتظمین کو بھی یہ سمجھنا ہوگا کہ ان کی کامیابی اردو زبان اور اس کے چاہنے والوں کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر ریختہ اردو کے حقیقی وارثوں اور دانشوروں کو مرکزی مقام دے، اور دیوناگری پر اردو رسم الخط کو فوقیت دے، تو یہ نہ صرف اردو زبان بلکہ خود ریختہ کے لیے بھی ایک بڑی کامیابی ہوگی۔

امام اہل سنت اور دفاعِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

رمضان رضا قادری (مالیگاؤں)

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دفاع اعلیٰ ترین عمل ہے، اس کی اہمیت وافادیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ہمارے رب عزوجل نے خود قرآن مجید میں جگہ بہ جگہ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دفاع کیا ہے۔ جب ولید بن مغیرہ نے تاجدارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان رفیع میں کلمات شنیع بکے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے اس کافر ازلی کے دس اوصاف ذمیمہ بیان کیے اور ارشاد فرمایا:

"عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍ" (القلم: ۱۳)

ترجمہ: سخت مزاج، اس کے بعد ناجائز پیداوار ہے۔ (کنز العرفان)

اسی طرح جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرزند دلبند حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے وصال پُر ملال پر کفار بداطوار نے بدکلامی کے ذریعے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دل کو ٹھیس پہنچائی، اللہ پاک نے ان کی گستاخی کا جواب اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ" (الکوثر: ۳)

ترجمہ: بیشک (اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!) جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔ (کنزالایمان)

تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چادر عظمت کو داغ دار کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی، اسی دم عشاقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان بے باکوں، بے ادب گستاخوں، اور بے دریغ بدزبانوں کا عملاً، قولاً، تحریرًا، تقریرًا ہر جہت سے مقابلہ کیا اور ان دشمنانِ بارگاہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سعی قبیح کو خاک میں ملا دیا۔ اور زمانے کو بتلا دیا کہ ہمارے لیے ہماری جان، مال، اولاد اور ہر شئ سے بڑھ کر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناموس کی حفاظت کرنا ہے۔

اس تناظر میں جب ہم* امام عاشقاں، علامۂ زماں، فخر الاعیاں، محقق دوراں، مجدد مائۃ سابقہ، مؤید ملّت طاہرہ، تاج الفحول، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول، ثانیٔ نعمان، معجزۃ من معجزات محبوب الرحمٰن الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان* کو دیکھتے ہیں آپ کی شخصیت اس میں نمایاں نظر آتی ہے۔ دفاعِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو آپ نے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں پچھلے سو سالوں میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اور یہ محض زبانی دعویٰ نہیں بلکہ اس پر آپ کی تصنیفات جلیلہ اور تالیفات کثیرہ شاہد عدل ہیں، جس میں آپ نے وہ علم کے موتی پروئے ہیں جس کا اعتراف نہ صرف اپنے بلکہ غیروں نے بھی کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ایک باوقار اور علمی گھرانے میں ہوئی، محض چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن پاک مکمل کیا، اور اپنی خداداد ذہانت وفطانت سے آٹھ سال کی چھوٹی عمر میں علم نحو کی مشہور کتاب *"ھدایۃ النحو* کی عربی شرح لکھ ڈالی، زمانۂ طالب علمی میں آپ علم اصول فقہ کی معروف کتاب *"مسلم الثبوت* کا مطالعہ کر رہے تھے کہ والد ماجد کا

ایک اعتراض اور اس کا جواب نظر سے گزرا۔ آپ نے حاشیے میں ایسا تحقیقی مضمون لکھا کہ اعتراض کی گنجائش ہی باقی نہ رہی۔ والدِ ماجد یہ دیکھ بہت خوش ہوئے اور فرطِ مسرت سے سینے سے لگا لیا۔ (سوانحِ اعلیٰ حضرت : ص :106 قادری کتاب گھر، ملخصًا)

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے محض 13 برس 10 ماہ کی قلیل عمر میں جملہ علومِ متداولہ کی تکمیل فرما کر مسندِ افتا کی زینت بنے، اور مسئلۂ رضاعت پر ایک محققانہ فتویٰ تحریر فرما کر والدِ گرامی سے مزید داد و تحسین حاصل کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی عشقِ رسول ﷺ، اطاعتِ رسول ﷺ اور دفاعِ رسول ﷺ میں بسر ہوئی۔ آپ کی طرزِ زندگی *"اشداء علی الکفار و رحماء بینھم"* کا حسین امتزاج اور *"الحب فی اللہ و البغض فی اللہ"* کی عملی تصویر تھی۔ آپ کے دورِ حیات میں جب بھی کسی نے مصطفیٰ کریم ﷺ کے خلاف زبان درازی کر کے امت میں انتشار، خلفشار اور فتنہ و فساد برپا کرنے کی کوشش کی آپ نے اسی وقت اس کی سوچ و فکر کی بیخ کنی فرماتے ہوئے بے بلا خوف و خطر اس کا دندان شکن جواب دیا۔ آپ کا قلم عرب و عجم اور حل و حرم میں دشمنانِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے یادگار ذوالفقار بن گیا۔ جس نے بھی سرکارِ ابد قرار ﷺ کی عظمت و حرمت پر انگلی اٹھائی آپ نے اپنے تیغِ قلم سے اسے مجروح اور مردہ کر دیا۔ چاہے اپنا ہو یا غیر، اس معاملے میں آپ نے کسی کا لحاظ نہیں رکھا۔

الغرض! دفاعِ مصطفیٰ ﷺ: کے سلسلے میں آپ کی خدمات کا دائرہ نہایت وسیع و عریض ہے، جن کی چند جھلکیاں قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں۔

(1) شُمُوْلُ الْاِسْلَامِ لِأُصُوْلِ الرَّسُوْلِ الْکِرَام:

اس رسالہ مبارکہ میں امام اہلِ سنت رحمۃ اللہ علیہ نے دس آیت کریمہ اور کثیر احادیث طیبہ سے ایمان ابوین کریمین ثابت کر کے حضور شافع یوم النشور ﷺ کے آباو اجداد کا دفاع کیا۔ مزید ان 35 علمائے عظام، فقہائے اعلام اور متکلمین اسلام کی فہرست بھی پیش کر دی جو ایمان ابوین کریمین کے قائل ہیں۔

(2) *اَلدَّوْلَةُ الْمَكِّيَّةُ بِالْمَادَّةِ الْغَيْبِيَّة*:

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رسالہ نافعہ علمِ غیب مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر محض ساڑھے آٹھ گھنٹے میں بزبان عربی تحریر فرمایا۔ جس میں حقائق و دقائق معارف و عوارف کے بحر ذخار لہریں مار رہے ہیں، اس کے دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ باغیوں کی سرکوبی کے لیے تازہ دم لشکر ہیں۔ رسالہ مذکورہ کا طرز تحریر گویا معانیٔ بدیعہ کی پاکیزہ لڑیوں میں عربی ادب کے خوشنما پروئے ہیں۔ (سوانحِ اعلیٰ حضرت : ص :297 قادری کتاب گھر)

یوں ہی اسی موضوع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل:

اِزَاحَةُ الْعَيْبِ بِسَيْفِ الْغَيْب

*اِنْبَاءُ الْمُصْطَفٰی بِحَالِ سِرٍّ وَ أَخْفٰی

خَالِصُ الْاِعْتِقَاد: میں علمِ غیب مصطفیٰ ﷺ پر وارد ہونے والے اعتراضات کا ایسا مدلل و مفصل جواب ارقام فرمایا کہ اگر مخالفین بھی بلا تعصب پڑھیں تو موافقین کی صف میں شامل ہو جائیں۔ مذکورہ آخری رسالے میں آپ نے 120 دلائل و براہین سے علمِ غیب مصطفیٰ ﷺ کا اثبات فرمایا اور منکرین کے غلط پروپیگنڈے اور باطل افتراؤں کا رد بلیغ کیا۔ یوں آپ کے یہ چاروں رسالے آپ کے عشقِ رسول اور دفاعِ مصطفیٰ ﷺ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

(3) نَفْيُ الْفَيْءِ عَمَّنِ اسْتَنَارَ بِنُوْرِہٖ كُلُّ شَيْءٍ *:

آپ نے اس رسالۂ باہرہ میں متعدد کتب معتبرہ مشہورہ کے حوالوں سے حضور ﷺ کے سایہ کی نفی نہایت علمی و منطقی انداز میں بیان فرمائی، اسی سلسلے کی ایک کڑی *"قَمَرُ التَّمَامِ فِيْ نَفْيِ الظِّلِّ عَنْ سَيِّدِ الْأَنَامِ"* ہے، جس کے بارے میں آپ خود فرماتے ہیں: ”فقیر کا یہ رسالہ مطالعہ کرے ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کافی پائے گا اور مرشد کافی، ہم نے اس رسالہ میں اس مسئلہ (حضور کا سایہ نہ تھا) کی غایت تحقیق ذکر کی ہے اور نہایت نفیس دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ آپ کا سایہ نہ تھا۔ (نفی الفیٔ: ملخصًا)

دیابنہ جو کہ مصطفیٰ کریم ﷺ کی اس خصوصیت کے بھی منکر ہیں مذکورہ رسائل بالاستیعاب مطالعہ کریں تو انکار کی گنجائش باقی نہ رہے۔

(4) *اَلْأَمْنُ وَالْعُلٰى لِنَاعِتِي الْمُصْطَفٰى بِدَافِعِ الْبَلَاءِ*:

امام اہل سنت قدس سرہٗ سے استفتا کیا گیا کہ:

زید کا کہنا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو ”دافع البلا“ کہنا شرک محض ہے۔ آیا کہ زید کا یہ قول تعلیمات اسلاف کے موافق ہے یا مخالف؟

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس استفتا کے جواب میں ایک گراں قدر رسالہ بنام *”الامن والعلی"* تصنیف کیا۔ اور حضور پُر نور شافع یوم النشور ﷺ کے حاجت روا، مشکل کشا، دافع البلا، اور مختار کل ہونے پر تقریباً ساٹھ (60) قرآنی آیات اور تین سو احادیث طیبات نقل فرما کر دلائل و براہین کے وہ انبار لگائے کہ وہابیہ کے باطل افکار و نظریات کی جڑیں ہل گئیں۔

یوں جب وہابیہ نے حضور سید عالم ﷺ کے اس عظیم فضل و کمال کا انکار کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بے خوف ہو کر اپنے کریم آقا ﷺ کا شاندار دفاع فرمایا۔

المختصر جب دشمنان مصطفیٰ ﷺ، نبی پاک ﷺ کے لیے قیام تعظیمی پر معترض ہوئے اور اسے بدعت سیئہ بتا کر عوام اہل سنت کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈال کر انہیں اپنے نبی ﷺ کی تعظیم سے برگشتہ کرنے کی سعی پیہم کی اس وقت مجدد اعظم قدس سرہٗ نے *"اِقَامَةُ الْقِيَامَةِ عَلٰى طَاعِنِ الْقِيَامِ لِنَبِيِّ تِهَامَةَ"* رسالہ تصنیف فرمایا اور عوام الناس کو گمراہوں کی گمراہیت سے بچا کر، محبت رسول کی عطر بیز، مشکبار خوشبوؤں سے مشام جاں معطر کر دیا۔

یونہی جب اعداء مصطفیٰ ﷺ نے حضور احمد مجتبیٰ ﷺ کے نام پاک پر انگھوٹے چومنے پر اعتراض کر کے اپنی باطنی خباثت کا اظہار کیا، اور اپنے علم اصول حدیث کی دھانپ عام علما پر جمانا چاہی، اس وقت اس مرد مجاہد نے *”مُنِيْرُ الْعَيْنِ فِيْ حُكْمِ تَقْبِيْلِ الْإِبْهَامَيْنِ"* رسالہ لکھ کر ان کے گھمنڈ کو چکنا چور کر دیا، اور اپنی تحقیقات فقیہہ اور تدقیقات حدیثیہ سے اس فعل تعظیم نبی ﷺ کا اثبات اس انداز سے فرمایا کہ معترضین سے آج تک اس کا جواب نہ بن سکا۔ مزید *"نَهْجُ السَّلَامَةِ فِيْ حُكْمِ تَقْبِيْلِ الْإِبْهَامَيْنِ فِي الْإِقَامَةِ"* تصنیف فرما کر منکرین کے تابوت پر آخری کیل ٹھونک دی۔ الغرض یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں رسالہ مبارکہ میں علم اصول حدیث کی وہ گرہیں کھولی ہیں جسے پڑھ کر عقل حیرت میں غوطہ زن ہو جاتی ہے، اور قاری کو اپنی کم مائیگی کا بخوبی احساس ہو جاتا ہے۔

اسی طرح جب نور مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں لوگوں کے عقیدے متزلزل ہونے لگے عین اسی دم آپ رحمۃ اللہ علیہ نے *"صَلَاتُ الصَّفَاءِ فِيْ نُوْرِ الْمُصْطَفٰى"* رسالہ لکھ کر لوگوں کے ایمان و

عقیدے کی حفاظت کی اور ذات اقدس ﷺ کا بہترین انداز میں دفاع کیا۔

اسی پر بس نہیں جب زمانہ مصطفٰی کریم ﷺ کے بعطائے خدا شہنشاہ ہونے پر مشکک ہوا اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے *"فِقه شھنشاہ وَاَنَّ القُلوبَ بِیَدِ الْمَحبوبِ بِعَطَاءِ اللہ"* رسالہ تالیف فرما کر لوگوں کے شکوک وشبہات کا خاتمہ کیا۔ اور لفظ "شہنشاہ" کا اطلاق سرکار دو جہاں، مالک کون ومکاں، شہنشاہ زمین وآسماں ﷺ پر اکابرین امت سے نہایت احسن انداز میں ثابت فرمایا۔

بعض کم علموں نے حضور جانِ عالم ﷺ کے افضل وسید المرسلین ہونے کا انکار کیا۔ اسی دم اس عاشق مصطفٰی نے *"تَجلّی الْیَقِین بِاَنَّ نَبِیِّنا سَیِّدُ المُرسَلِین"* نامی رسالہ تصنیف فرما کر حقیقت کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا۔ اور اس میں دلائل قاہرہ اور براہین باہرہ کو یکجا کر کے امت کو اپنے نبی ﷺ کے اس عظیم الشان اعزاز کا درس دیا۔

منکرین شفاعت سید المرسلین کی تردید میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے *"اِسْمَاعُ الْاَرْبَعِین فِیْ شَفَاعَةِ سَیِّدِ الْمَحبُوبِین"* جیسا گوہر آبدار رسالہ ترتیب دے کر اس موضوع پر چالیس احادیث کا عطر بیز گلدستہ امت کو پیش کیا۔

جب وہابیہ ندائے یا رسول اللہ پر نقطہ چینی کرنے لگے اور بے دریغ مسلمانوں کو کافر ومشرک قرار دینے لگے عین اسی وقت اس مرد حق نے امت مرحومہ کو اس فتنہ سے محفوظ رکھنے کے لیے *"اَنْوَارُ الْاِنْتِبَاہ فِی حَلِّ نِدَاءِ یَارَسُولَ اللہ"* رسالہ جلیلہ تحریر کیا۔ اور اس میں اقوال سلف صالحین پیش کر کے مسلمانوں کے ایمان کو مزید تقویت بخشی جب کہ منکرین پر قیامت برپا کر دی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس رسالہ *"مُنْیَةُ اللَّبِیْب اَنَّ التَّشْرِیْعَ بِیَدِ الْحَبِیْب"* میں باذن پروردگار حضور سید عالم ﷺ کے مالک ومختار ہونے پر کثیر حجتیں قائم فرمائی، اور شریعت مطہرہ میں حضور ﷺ کے اختیار کو واضح کیا۔

چوں کہ وہابیہ کی عیب جوئی کی خصلت اور فضائل وکمالات سے چشم پوشی کی عادت نے انہیں حضور نبی پاک ﷺ کے اس امتیاز بے مثال سے روگردانی کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ سیدی اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ مذکورہ ان معاندین کے لیے بیان کافی اور براہین شافی ہے۔

اور جب حضور نبی کریم ﷺ کے اپنے رب عزوجل کے دیدار کی بات آتی ہے تو اس عاشق صادق کا قلم پھر جوش محبت میں ڈوب کر اپنی جولانیاں دکھاتا ہے اور یوں *"مُنَبِّهُ الْمُنْیَةِ بِوُصُولِ الْحَبِیْبِ اِلَی الْعَرْشِ وَالرُّؤْیَة"* جیسا عظیم رسالہ منصۂ شہود پر آتا ہے۔ اس رسالہ مبارکہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد مرفوع احادیث اور آثار صحابہ وتابعین سے حضور ﷺ کے اس منفرد وممتاز وصف کا نہایت عمدہ اور بہترین انداز میں اثبات فرمایا۔

آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی سب سے منفرد اور عظیم خوبی آپ کا خاتم النبیین ہونا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر تقریباً پانچ رسالے تصنیف فرما کر محافظین ختم نبوت کی صف میں نمایاں

مقام حاصل کیا اور ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والوں کے ایوانوں پر ایسی برقِ خاطف گرائی کہ آج تک ان کی دیواریں لرزاں و ترساں ہیں۔ان رسائل کے اسماء یہ ہیں:

(1) *اَلْمُبِین خَتْمُ النَّبِیِّیْن:*

(2) *جَزَاءُاللہِ عَدُوَّہٗ بِاِبَآئِہٖ خَتمَ النُبُوَّہ:*

(3) *قَھْرُ الدَّیَّان عَلیٰ مُرْتَدّ بِقَادیان:*

(4) *اَلسُّوْءُ وَالْعِقَاب عَلَی الْمَسِیْحِ الْکَذّاب:*

(5) *اَلْجُرَازُ الدَّیَّانِي عَلَی الْمُرْتَدِّ الْقَادْیَانِي:*

(یہ سیدی اعلیٰ حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی آخری تصنیف ہے جو آپ نے وصال سے چند روز قبل تحریر فرمائی)۔

اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ نے* "حُسَّامُ الْحَرَمَیْن عَلیٰ مَنْحَرِ الْکُفْرِ وَالْمَیْن" *تصنیف فرما کر امت پر عظیم احسان فرمایا، جسے دنیائے سنیت کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔اس شاہکار رسالے میں آپ نے طواغیت اربعہ سمیت مرزا غلام احمد قادیانی جیسے کذابوں کے چہروں سے ان کے کفریات کا پردہ اٹھایا اور ان کی اصلیت علمائے حرمین شریفین کے سامنے بے نقاب فرمائی۔ نتیجتاً علمائے حرمین شریفین نے بارگاہ رسالت میں ان کی گستاخیوں کے سبب اِن پر حکمِ کفر صادر فرمایا۔

نیز* "تمھیدِ ایمان بِآیتِ قرآن" *رسالے میں طواغیت اربعہ کی غلاظت بھری عبارات نقل فرما کر ان کی گستاخیوں کو روز روشن کی طرح واضح فرمایا۔اور حضور نبی پاک ﷺ کے بارے میں کیا ایمان رکھنا چاہیے قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث پاک کی روشنی میں نہایت عمدہ اور دلنشین انداز میں عوام اہل سنت کو سمجھایا۔

الغرض! اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کی زندگی کا ہر لمحہ دفاع ناموس رسالت ﷺ اور گستاخان بارگاہ نبوت کی تردید میں صرف ہوا۔جہاں آپ نے نثر کے ذریعے فرقہائے باطلہ کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملایا، وہی شعر و سخن کے ذریعے اپنے محبوب ﷺ کی مدح سرائی کرتے ہوئے حضور جان عالم ﷺ کے اعدا کا نہایت مؤثر انداز میں رد وطرد فرمایا، جس پر حدائق بخشش شاھد ہے۔

یہ سب تو محض آپ کی تصنیفات و تالیفات کی ایک اجمالی فہرست ہے، ورنہ فتاوی رضویہ میں دفاع مصطفیٰ ﷺ کے مقامات ایسے کثیر ہیں کہ طوالت کے خوف سے ان کا ذکر یہاں ممکن نہیں۔

اللہ کریم! سیدی اعلیٰ حضرت کی تربتِ اطہر پر انوار و تجلیات کی بارش نازل فرمائے، ان کے عشق رسول کے صدقے ہمارے دلوں میں بھی اپنے حبیب ﷺ کے عشق کی شمع روشن فرمائے۔

آمین بجاہ خاتم النبیین ﷺ

یہ فقط عظمت کردار کے ڈھب ہوتے ہیں
فیصلے جنگ کے تلوار سے کب ہوتے ہیں
جھوٹ تعداد میں کتنا ہی زیادہ ہو سلیمؔ
اھل حق ہوں تو بہتر بھی غضب ہوتے ہیں

داڑھی

تمام نبیوں کی سنت ہے مومنو!

محمد رمضان رضا عطّاری (مالیگاؤں)

داڑھی شعائرِ اسلام میں سے ایک عظیم

شعار اور مصطفٰی کریم ﷺ کی پیاری سنت ہے، متعدد احادیث مبارکہ میں داڑھی بڑھانے کی تاکید فرمائی گئی ہے، اللہ پاک نے مَردوں کے چہروں کو داڑھی سے آراستہ فرما کر انہیں عزت و وقار سے سرفراز کیا۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ" {الاسراء 70:}

اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی۔ {کنزالایمان}

اس کے تحت تفسیر بغوی میں ہے:

وقیل الرجال باللحیٰ، والنساء بالذوائب.

{ج 5 ص 108، دار طیبہ}

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ مردوں کو داڑھی سے اور عورتوں کو چوٹی سے عزت دی۔

تفسیر قرطبی میں ہے: وقیل أکرم الرجال باللحی والنساء بالذوائب. {ج 10 ص 294}

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ مردوں کو داڑھی اور عورتوں کو چوٹی دے کر مکرم کیا۔

معلوم ہوا کہ داڑھی مرد کے لیے عیب نہیں بلکہ اس کی زینت، وقار اور عزت و تکریم کا باعث ہے۔ یہی وہ سنتِ مبارکہ ہے جس سے مرد کے چہرے پر وجاہت، بشاشت، تازگی اور شادابی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔

اس ضمن میں جب ہم اس ذات بابرکت کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں جسے اللہ پاک نے ہمارے لیے بہترین نمونہ اور آئیڈیل بنایا، اور جس کی اتباع و پیروی کو بخشش و نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے، تو بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا چہرہ پُر انوار بھی داڑھی مبارک سے سجا ہوا تھا، چناں چہ احادیث مبارکہ میں جہاں آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کا ذکر ہے وہاں یہ الفاظ "عظیم اللحیة" یا "کثُّ اللحیة" وارد ہوئے ہیں، جن کا مفہوم ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی اور خوبصورت تھی۔

اسی طریقے سے داڑھی رکھنا دیگر انبیا، اولیا، صحابہ اور علمائے امت کا معمول رہا ہے۔

رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: "خالفوا المشرکین، وفّروا اللحی، أحفوا الشوارب" یعنی مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھی وافر (گھنی) رکھو اور مونچھیں پست کرو۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، حدیث: 5892)

اس کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بتغیر الفاظ اسی طرح کی روایات مذکور ہے مثلاً "وأرخوا اللحی، خالفوا المجوس" یعنی داڑھی بڑھنے دو، مجوسیوں کے خلاف کرو۔ وغیرہ

ان احادیث کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی

امت کو داڑھی رکھنے کا واضح حکم فرمایا اور انہیں مشرکوں اور مجوسیوں کی مشابہت اختیار کرنے، یعنی داڑھی منڈوانے یا کاٹنے سے منع فرمایا۔ پس جو شخص داڑھی نہیں رکھتا، اسے غور کرنا چاہیے کہ وہ کس کے طرزِ عمل کو اختیار کیے ہوئے ہے۔

سرکار کا عاشق بھی کیا داڑھی مُنڈاتا ہے!

کیوں عشق کا چہرے سے اظہار نہیں ہوتا

داڑھی کا شرعی حکم:

یاد رہے! ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے۔ جو اس کے ترک پر اصرار کرے یعنی بار بار کاٹے، وہ سخت گناہ گار، موجب غضب جبّار اور مستحق عذاب نار ہے۔ (کتب فقہ عامہ)

داڑھی نہ رکھنے کے اسباب وتدارک:

ہمارے معاشرے میں عموماً نوجوان داڑھی رکھنے سے ہچکچاتے، اور نہ رکھنے کے لیے مختلف بہانے بناتے ہیں۔

آیئے! اب ہم ان اسباب پر توجہ کرتے ہیں جن کی بنا پر ہمارے معاشرے کا ایک حصہ چہرے پر داڑھی سجانے سے محروم رہتا ہے، اور ان کا مناسب تدارک بھی جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

خوبصورتی میں رکاوٹ:

بعض نوجوان داڑھی اس لیے نہیں رکھتے کہ ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ داڑھی رکھنے سے خوبصورتی میں کمی آجاتی ہے۔

میرے پیارے بھائی! داڑھی شعارِ اسلام میں سے ہے، یہ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم سنت اور ہمارے اسلاف کا طریقہ کار رہی ہے۔

میں آپ سے ایک سوال پوچھتا ہوں: دنیا میں سب سے زیادہ حسین وجمیل چہرہ کس کا ہے؟ اگر آپ کو تاریخ وسیرت سے ذرا بھی دلچسپی ہے تو یقیناً آپ کا جواب ہوگا کہ کائنات میں سب سے حسین و جمیل چہرہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا ہے۔

اور اس حقیقت سے کسی مسلمان کو ذرہ برابر شک نہیں ہوسکتا۔

اب ذرا غور کیجیے! اگر داڑھی خوبصورتی میں رکاوٹ ہوتی تو کیا اللہ پاک اپنے محبوب ﷺ کے چہرہ مبارک کو داڑھی سے مزین فرماتا؟

ہرگز نہیں! بلکہ داڑھی تو چہرے کی رونق، وجاہت اور نورانیت میں اضافہ کرتی ہے۔

یقین جانیے! داڑھی رکھنے سے چہرہ مزید باوقار، پُرکشش اور بارونق دکھائی دیتا ہے۔

لوگوں کی تضحیک کا ڈر:

کچھ لوگ اس عظیم سنت سے محض اس لیے بھی محروم رہ جاتے ہیں کہ کہیں لوگ ان کا مذاق نہ اڑائیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہمارا معاشرہ اکثر ان افراد کا مذاق اڑانے سے پیچھے نہیں ہٹتا جو سنتِ مصطفیٰ ﷺ کے عامل بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالاں کہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جو کوئی اس پیاری سنت کی طرف اپنا قدم بڑھائے، اس کی حوصلہ افزائی، تعریف اور پشت پناہی کی جائے، مگر افسوس! معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہ دراصل دینی تعلیمات سے دوری کا نتیجہ ہے۔

میرے پیارے بھائی! کیا تیرا ایمان اتنا کمزور ہے کہ تُو لوگوں کے مذاق کے خوف سے اپنے نبی ﷺ کی اتنی عظیم سنت کو ترک کر دے؟ کیا تجھے ان بے وفا لوگوں کی فکر ہے؟ اور اپنے آقا ﷺ کی سیرت وصورت کا خیال نہیں؟

یاد رکھ! آج جن لوگوں کی تضحیک کے ڈر سے تُو داڑھی جیسی مبارک سنت کو چھوڑ رہا ہے، کل وہی لوگ تجھ پر مٹی ڈال کر اپنے گھروں کی طرف پلٹ جائیں گے، چند دنوں میں لوگ تجھے ایسے بھلا دیں گے جیسے تُو ان کے درمیان کبھی تھا ہی نہیں۔

تو کیا ایسے بے وفا لوگوں کے لیے تُو اپنے نبی ﷺ کی سنت چھوڑ دے گا؟

میرے پیارے! اپنے اس کریم آقا (ﷺ) کو یاد کر، جس نے تیرے آنے سے صدیوں پہلے تیرے لیے اپنے قیمتی آنسو بہائے، جو قبر میں تجھے مانوس کرنے کے لیے تشریف لائے گے، جو روزِ قیامت تیری شفاعت فرمائے گے، جو حوضِ کوثر پر تجھے اپنے دستِ مبارک سے سیراب کریں گے۔

ہاں، یاد کر اُس کریم آقا ﷺ کو! جو اُس دن اپنے رب کے حضور تیری بخشش کے لیے اپنی پیشانی کو جھکائے عرض کریں گے : مولا! "میری اُمت کو بخش دے"

ذرا سوچ! اگر تُو نے داڑھی منڈوانے سے توبہ نہ کی اور اسی حالت میں موت آ گئی، تو کیا تُو اس چہرے کے ساتھ حضورِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے قابل ہو گا؟

سوچ! اگر تیرے اس چہرے کو دیکھ کر آقا ﷺ ناراض ہو گئے اور اپنا رُخِ انور پھیر لے، تو تیرا کیا بنے گا؟

خَمِ زُلفِ نبی ساجد ہے محرابِ دو اَبرو میں
کہ یارب تو ہی والی ہے سیہ کارانِ اُمّت کا

تنبیہ : یاد رہے! داڑھی کا مذاق اڑانا سخت گناہ بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے۔

امامِ اہلِ سنت، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"داڑھی کے ساتھ استہزاء (مذاق) بھی ضرور کفر ہے۔" {فتاویٰ رضویہ ج 21 ص 215، رضا فاؤنڈیشن}

شادی میں رکاوٹ:

بعض نوجوان یہ سوچ کر بھی اپنے چہروں پر داڑھی سجانے کی ہمت نہیں کرتے کہ اگر داڑھی رکھ لی تو ہمیں رشتے نہیں ملیں گے یا ہماری
شادی نہیں ہو گی وغیرہ۔

یاد رکھیں! جو بہترین رشتے داڑھی والوں کو نصیب ہوتے ہیں، وہ اکثر بغیر داڑھی والوں کو نہیں مل پاتے۔ کیوں کہ شریف اور باحیا گھرانوں کی لڑکیاں عموماً داڑھی والے، دین دار اور با اخلاق نوجوان کو ہی پسند کرتی ہیں، جو ان کی عفت و شرافت کی واضح دلیل ہے۔

والدین اور سرپرست حضرات سے بھی عرض کروں گا کہ جب آپ رشتہ طے کرتے وقت لڑکے میں گوناگوں خوبیاں تلاش کرتے ہیں، وہی یہ بھی دیکھیں کہ لڑکا سنتِ مصطفیٰ ﷺ پر کتنا عمل کرنے والا ہے۔

اور یاد رکھیں! داڑھی والا مرد جتنا اپنی بیوی کو عزت، محبت اور سکون دے سکتا ہے، بغیر داڑھی والے سے اس کی توقع کم ہی کی جا سکتی ہے۔

خوشی صرف اچھے کھانے اور عمدہ لباس پہننے کا نام نہیں، بلکہ حسنِ اخلاق، اور عزت و احترام سے پیش آنا ہی اصل خوشی ہے، اور یہ اوصاف عاملینِ سنت اور داڑھی والے میں بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔

چہرے پر داڑھی سجانے کے بے شمار فوائد و ثمرات ہے اور نہ سجانے نقصانات بھی، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

دینی و دنیاوی فوائد:

چہرے پر داڑھی سجانے سے اللہ و رسول کی رضاو خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

داڑھی رکھنے سے شعار اسلام اور سنت مصطفیٰ ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی سعادت نصیب ہوتی ہے جو دونوں جہان میں سرخروئی کا ذریعہ ہے۔

داڑھی والا ہزاروں لوگوں کے درمیان ممتاز ہو جاتا اور پہچان لیا جاتا ہے کہ مصطفیٰ ﷺ کا غلام ہے۔

داڑھی مرد کے چہرے کی زینت اور منہ کا نور ہے۔ جیسے عورت کے لیے سر کے بال زینت ہیں، اسی طرح مرد کے لیے داڑھی، اگر عورت اپنے سر کے بال منڈا دے تو بری معلوم ہوگی اسی طرح مرد داڑھی منڈانے سے بُرا معلوم ہوتا ہے۔

داڑھی مرد کو گناہوں سے روکتی اور اطاعت الٰہی کی طرف راغب کرتی ہے۔

نہ رکھنے کے نقصانات:

اللہ و رسول کے حکم کی صریح نافرمانی ہے۔ جو سیدھا جہنم میں لے جانے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی کرنا ہے جسے اللہ پاک ناپسند فرماتا ہے۔

معاذ اللہ طریقۂ مصطفیٰ ﷺ سے اعراض اور آپ علیہ السلام کی سنت سے ناپسندیدگی کا عملی اظہار ہے۔

کفار و مشرکین کے ساتھ مشابہت ہے۔ اور ان سے مشابہت اختیار کرنے کی مذمت احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ چناں چہ نبی پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"مَنۡ تَشَبَّهَ بِقَوۡمٍ فَهُوَ مِنۡهُمۡ"۔ یعنی جو کسی دوسری قوم سے مشابہت پیدا کرے، وہ ان میں سے ہے۔ نعوذ باللہ (سنن ابی داؤد حدیث 4031 :)

عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے۔ اور ایسے شخص پر حضور ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ چناں چہ عبداللہ ابن عباس سے مروی، فرماتے ہیں:

"لَعَنَ رسول اللہ ﷺ المتشبھین من الرجال بالنساء، والمتشبھات من النساء بالرجال."

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں، اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، حدیث 5885 :)

محترم قارئین کرام! اللہ عزوجل نے اپنے حبیب ﷺ کی ذات با برکت کو ہمارے لیے کامل نمونہ اور آئیڈیل بنایا ہے۔ چناں چہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِيۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ"

{الاحزاب 21 :}

ترجمہ: بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ (کنزالایمان)

اس آیتِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ ہمارے رب عزوجل نے ہمیں اپنے حبیب ﷺ کی پیروی کا حکم فرمایا ہے۔ یقیناً جب ہم دل و جان سے نبی کریم ﷺ کے ارشادات و فرمودات پر عمل پیرا ہوں گے اور آپ ﷺ کے طریقۂ حیات کو اپنائیں گے، تب ہی حقیقی کامیابی و کامرانی ہمارے قدم چومے گی، اور ہمیں دنیا و آخرت میں عزت و سرخروئی نصیب ہوگی۔

طریقِ مصطفیٰ کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی
اِسی سے قوم دنیا میں ہوئی بے اقتدار اپنی

[عجوبہ روزگار]

انسان کو دوبارہ "عجب الذنب" سے زندہ کرنے کی حکمت

محمد سفیان حنفی مصباحی
متعلم: جامعہ اشرفیہ مبارک پور

ہم سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور ایک مقررہ میعاد تک دنیا میں زندہ رکھنے کے بعد موت دے گا پھر دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ یہ اسلامی نظریات میں سے ایک اہم نظریہ ہے کہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اس کا منکر خارج از اسلام ہے۔ اس بابت قرآن گویا ہے:٭

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِيٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ۔ [یٰسٓ 79 :]

٭ترجمہ:٭ تم فرماؤ: ان ہڈیوں کو وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انھیں بنایا اور وہ ہر پیدائش کو جاننے والا ہے۔

اس کے علاوہ دیگر متعدد مقامات پر بھی دوبارہ زندہ کیے جانے کا ذکر فرمایا ہے۔ اس بابت ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بے قدر پانی یعنی نطفہ سے پیدا فرمایا پھر موت دے دے گا لیکن دوبارہ کس چیز کے ذریعہ زندہ فرمائے گا جب کہ جسم مٹی میں مل کر فنا ہو جائے گا؟ تو واضح رہے کہ وہ قادر مطلق ہے، انسان کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے وہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہے تاہم وہ انسان کو روز قیامت "عجبُ الذنب" سے زندہ کرے گا۔

٭بخاری شریف میں ہے:٭

ليس مِنَ الإنسانِ شَيءٌ إلّا يَبلى إلّا عَظمًا واحدًا، وهو عَجْبُ الذَّنَبِ، ومِنه يُرَكَّبُ الخَلقُ يومَ القيامة۔ [صحیح البخاری، رقم الحدیث 4935:]

٭ترجمہ:٭ انسان کی ایک ہڈی کے علاوہ اس کی ہر چیز گل جاتی ہے اور وہ "عجب الذنب" ہے۔ اور قیامت کے دن اسی سے مخلوق کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

٭مسلم شریف میں ہے:٭

كُلُّ ابنِ آدمَ يأكُلُه التُّرابُ إلّا عَجْبَ الذَّنَبِ، منه خُلِقَ وفيه يُرَكَّبُ [الصحيح لمسلم، رقم الحديث: 2955]

٭ترجمہ:٭ "عجب الذنب" کے علاوہ ابن آدم کی ہر چیز کو مٹی کھا لیتی ہے۔ اسی سے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ انسان کا پورا جسم گھل جاتا ہے سوائے "عجب الذنب" کے۔ عجب الذنب ایک لطیف ہڈی ہے جو ریڑھ کی جڑ میں ہوتی ہے، اسے انگلش میں [Coccyx] کہتے ہیں۔ اس ہڈی کی تشریح کرتے ہوئے٭ امام ابن حجر عسقلانی

لکھتے ہیں: *

هو عظم لطيف في أصل الصلب، وهو رأس العصعص، وهو مكان رأس الذنب من ذوات الأربع. [فتح الباری، ج: 14، ص: 216]

*ترجمہ: *یہ ایک لطیف ہڈی ہے جو ریڑھ کی جڑ میں ہوتی ہے۔ اور یہ جانوروں میں دم کی ہڈی ہوتی ہے۔

اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اللہ تعالی قادر مطلق ہے اور وہ انسان کو دوبارہ زندہ کرنے کے لیے کسی چیز کا محتاج نہیں ہے تو پھر اس ہڈی کو باقی رکھ کر دوبارہ اسی ہڈی سے زندہ کیوں کرے گا؟ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے* امام بدرالدین عینی حنفی تحریر کرتے ہیں: *

فائدة إبقاءها هذا العظم دون غيره ما قاله ابن عقيل: لله عز وجل في هذا سر لا نعلمه لأن من يظهر الوجود من العدم لا يحتاج إلى أن يكون لفعله شيء يبنى عليه ولا خميرة، فإن علل هذا يتجوز أن يكون الباري جعل ذلك علامة للملائكة على أن يحيي كل إنسان بجواهره بأعيانها ولا يحصل العلم للملائكة بذلك إلّا بإبقاء عظم كل شخص ليعلم أنه إنما أراد بذلك إعادة الأرواح إلى تلك الأعيان التي هي جزء منها، كما أنه لما مات عزيرا عليه الصلاة والسلام، وحماره، وأبقى عظام الحمار فكساها ليعلم أن ذلك المنشي ذلك الحمار لا غيره، ولولا إبقاء شيء لجوزت الملائكة أن تكون الإعادة للأرواح إلى أمثال الأجساد لا إلى أعيانها. [عمدة القاری، ج: 19، ص: 209]

*ترجمہ: *اس ہڈی کو باقی رکھنے کا فائدہ یہ ہے جیسا کہ علامہ ابن عقیل نے فرمایا ہے: اس کی حقیقت کا علم تو اللہ تعالی ہی کو ہے کیوں کہ جو عدم سے وجود بخشتا ہے وہ اس کا محتاج نہیں ہے کہ اس کے فعل کے لیے کوئی چیز ہو جس پر بنا کی جائے۔ اگر اللہ تعالی کے اسے باقی رکھنے کی حکمت بیان کی جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ لطیف ہڈی کو اس لیے باقی رکھا گیا ہے تا کہ فرشتوں کے لیے اس بات کی علامت ہو جائے کہ ہر انسان کو بعینہ اس کے جوہر سے زندہ کیا جائے گا۔ اور فرشتوں کو اس بات کا علم صرف اس وقت ہوگا جب ہر شخص کی ہڈی کو باقی رکھا جائے تا کہ فرشتوں کو معلوم ہو کہ انسان کے بعینہ اسی جز میں روح ڈالی جائے گی۔ جیسا کہ جب حضرت عزیر علیہ السلام کا وصال ہوا اور ان کا گدھا بھی فوت ہو گیا اور گدھے کی ہڈیوں کو باقی رکھا گیا پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا گیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ اسی گدھے کا جسم ہے کسی اور کا جسم نہیں ہے۔ اور اگر انسان کے کسی چیز کو باقی نہ رکھا جاتا تو فرشتوں کو جائز ہوتا کہ ارواح کا اعادہ اجسام کے امثال میں ہے نہ کہ بعینہ ان اجسام میں۔

مذکورہ بالا معتمد کتب احادیث اور شروح احادیث سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اللہ تعالی انسان کو دوبارہ ریڑھ کی لطیف ہڈی سے زندہ کرے گا اور اس کی حکمت بھی شرح حدیث سے معلوم چل گئی۔

[ماہ رواں]

محرم الحرام: بدعات و منکرات

خامہ فرسائی : محمد اشفاق عالم امجدی علیمی (بجباری کٹیہار)
استاذ و مفتی : جامعہ مصباح العلوم کدمتلی (مالدہ)

محرم الحرام، جو اسلامی مہینوں میں ایک مقدس اور قابل احترام مہینہ شمار ہوتا ہے، اپنی روحانی عظمت اور تاریخی اہمیت میں بے مثال ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں صبر، قربانی، حق پر ڈٹے رہنے اور اہلِ بیتِ اطہار کی لازوال قربانیوں کا روشن سبق موجود ہے۔ مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں محرم الحرام اپنی اصل تقدیس اور روحانی وقار کے ساتھ منایا نہیں جاتا۔

جیسے ہی یہ مبارک مہینہ نمودار ہوتا ہے، اسی کے ساتھ ساتھ بے شمار غلط روایات، غیر شرعی اعمال اور ایسی رسومات جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں، زور پکڑ لیتے ہیں۔ ماتمی جلوس، ڈھول، تاشے، نوحہ و ماتم، سینہ کوبی لہولہان ہونا، سڑکوں پر ہنگامہ آرائی اور رات بھر شور و شرابہ ایسے مظاہر ہیں جو اصل دین کی تعلیمات سے دور لے جاتے ہیں۔ بعض مقامات پر نوجوان گروہوں کے ذریعہ تعزیے اٹھانے کے بہانے غیر اسلامی رقص و سرود، لاوڈ اسپیکر کا شور اور عوامی مجالس میں بھی خلافِ شریعت حرکات دیکھنے میں آتی ہیں، جو نہ صرف دین کی روح کے منافی ہیں بلکہ معاشرتی تہذیب کے لیے بھی نقصان دہ ہیں۔

یہ نہایت تکلیف دہ حقیقت ہے کہ بعض لوگ اس مقدس مہینے کو اپنے جذبات کی حد تک محدود کر کے، رونا، چیخنا، کپڑے پھاڑنا اور سینہ کوبی کو مذہبی عبادت سمجھ بیٹھتے ہیں، گویا یہ سب اعمال ہی دین کی اصل تعلیمات ہیں۔ یہاں تک کہ بعض نام نہاد علماء اور پیروں کی بھی رہنمائی عوام کو مزید غیر اسلامی سرگرمیوں میں ملوث کر دیتی ہے، جیسے تعزیے بنانا، میلوں اور کھیل تماشوں کا انعقاد، اور بانس، کاغذ یا پنی کے مجسمے بنا کر ان پر چڑھاوے دینا۔ یہ سب کام اصل دین کی تعلیمات کے منافی ہیں، مگر عوام ان میں لذت اور تفریح پاتے ہوئے انہیں درست سمجھ بیٹھتی ہے، اور بدقسمتی سے ایسے اعمال کو ثواب اور جنت کی ضمانت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اس تمام صورتحال کے باوجود، سچائی اور حق کی روشنی ہر حال میں سر اٹھا کر بولتی ہے۔ جو لوگ حق پر قائم رہتے ہیں، وہ فرقہ وارانہ غلط فہمیوں اور رواجی خرافات کے باوجود دین کی اصل روح کو پہچان لیتے ہیں۔ محرم الحرام ہمیں صبر، استقامت، قربانی اور دین کی حقیقی تعلیمات کو سمجھنے کی دعوت دیتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مقدس مہینے کو اس کی اصل تقدیس اور روح کے مطابق منایا جائے،

غلط روایات اور غیر شرعی اعمال کو ترک کیا جائے، اور نئی نسل کو صحیح راستہ دکھایا جائے۔ اسی طرح ہم نہ صرف اہلِ بیت کی تعلیمات کی پاسداری کریں گے بلکہ اپنے دین اور معاشرت کو بھی حقیقی معنوں میں محفوظ رکھ سکیں گے۔

محرم الحرام اور تعزیہ داری:

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے کہ

"اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت وناجائز وحرام ہے"۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تعزیہ بنانا جائز ہے گھمانا ناجائز ہے اس کا بھی اعلیٰ حضرت نے واضح رد فرمایا اور تعزیہ بنانے سے بھی منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"مگر اب اس نقل میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیئے داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد واہل اعتقاد کے لئے ابتلاء بدعت کا اندیشہ ہے۔ لہذا روضہ اقدس حضور سید الشہدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے (فتاوی رضویہ جلد ۲٤ صفحہ ٥١٤ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز نے ان گنت مقامات پر مروجہ تعزیہ داری کو ناجائز، حرام اور گناہ قرار دیا ہے۔ بلکہ اس موضوع پر پورا ایک رسالہ بھی تصنیف فرمایا جس کا نام ہے :"اعالی الإفادہ فی تعزیۃ الھند وبیان الشھادۃ"

مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خان علیہ رحمہ فرماتے ہیں تعزیئے داری شرعاً ناجائز ہے (فتاوی مصطفویہ صفحہ ٥٣٤ مطبوعہ رضا اکیڈمی)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ تعزیئے داری اور اس کے ساتھ جگہ جگہ جو خلاف شرع حرکات و بدعات رائج ہیں ان کا ذکر کر کے لکھتے ہیں

"یہ سب محض خرافات ہیں ان سب سے حضرت سیدنا امام حسین رضی تعالیٰ عنہ خوش نہیں ہیں"

چند سطر آگے لکھتے ہیں

یہ واقعہ تمہارے لئے نصیحت تھا اور تم نے اس کو کھیل تماشا بنالیا

(بہار شریعت حصہ ١٦ صفحہ ٢٤٨)

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"ہندوستان میں جس طرح کے عام طور پر تعزیے داری رائج ہے وہ بیشک حرام وناجائز و بدعت سیئہ ہے"۔

(فتاوی فیض الرسول جلد ٢ صفحہ ٥٦٣، حوالہ محرم میں کیا جائز کیا ناجائز؟ صفحہ ١٨)

محرم الحرام اور ناجائز رواجات:

مزید سرکارِ اعلیٰ حضرت ناجائز رواجات کو ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

عَلم، تعزیے، مہندی، ان کی منت، گشت، چڑھاوا، ڈھول، تاشے، مجیرے، مرثیے، ماتم، مصنوعی کربلا کو جانا، عورتوں کا تعزیے دیکھنے کو نکلنا، یہ سب باتیں حرام وگناہ وناجائز ومنع ہیں۔۔۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ٢٤ صفحہ ٤٩٩ مطبوعہ رضا فاونڈیشن لاہور)

محرم الحرام میں ناجائز رواجات ورسومات سے متعلق کیے گئے سوالات پر حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا جواب

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وخلیفہ مرسلین مسائل ذیل میں:

(١) بعض سنت جماعت عشرہ دس محرم الحرام کو نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں کہتے ہیں کہ بعد دفن تعزیہ روٹی

پکائی جائے گی۔

(۲) ان دس دن میں کپڑے نہیں اُتارتے ہیں۔

(۳) ماہ محرم میں بیاہ شادی نہیں کرتے ہیں۔

(٤) ان ایام میں سوائے امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنھما کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے ہیں، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے، اور چوتھی بات جہالت ہے ہر مہینہ ہر تاریخ میں ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ٢٤ صفحہ ٤٨٩ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

محرم الحرام اور مستحب اعمال:

مومنوں کو محرم الحرام کے دس دنوں میں کیا کرنا چاہیے اس تعلق سے حضور اعلیٰ حضرت ایک جواب تحریر فرماتے ہیں کہ

مسلمانوں کو ان ایام میں صدقات و خیرات و میراث و حسنات کی کثرت چاہیے خصوصًا روزے خصوصًا روز عاشورا کہ سال بھر کے روزوں کا ثواب اور ایک سال گزشتہ کے گناہوں کی معافی ہے" کما ثبت فی الحدیث الصحیح" (جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے) اور بہتر یہ ہے کہ نویں دسویں دونوں کا روزہ رکھے۔

"لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع"

ترجمہ: اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں آئندہ سال میں زندہ رہا تو ضرور میں نو تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا۔ حضرت شہزادہ گلگوں قبا امام حسین شہید کربلا و دیگر شہدائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام پاک پر جس قدر ہو سکے تصدق و ایصال ثواب کریں بلکہ ان روزوں وغیرہا تمام حسنات کا ثواب اسی جناب گردوں قباب کی نذر کریں گرمیوں میں ان کے نام پر شربت پلائیں جاڑے میں چائے پلائیں اور نیک نیت پاک مال سے شربت چائے کھانے کو جتنا چاہیں لذیذ و بیش قیمت کریں سب خیر ہے کھچڑا پلاو فرنی جو چاہیں اور بے دقت میسر ہو برادری میں بانٹیں محتاجوں کو کھلائیں اپنے گھر والوں کو کھلائیں نیک نیت سے، سب ثواب ہے۔

حکیم الاُمّت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

"محرم کی نویں اور دسویں کو روزہ رکھے تو بہت ثواب پاوے گا، بال بچّوں کے لیے دسویں محرم کو خوب اچّھے اچّھے کھانے پکائے تو ان شاءاللہ عزوجل سال بھر تک گھر میں برکت رہے گی، بہتر ہے کہ حلیم (کھچڑا) پکا کر حضرت شہید کربلا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ کرے بہت مجرّب ہے، اسی تاریخ کو غسل کرے تو تمام سال ان شاءاللہ عزوجل بیماریوں سے اَمن میں رہے گا کیونکہ اس دن آبِ زمزم تمام پانیوں میں پہنچتا ہے۔

(اسلامی زندگی ص ۱۳۱ مطبوعہ دعوت اسلامی)

رب تعالیٰ ہمیں غلط رسومات و رواج اور غیر شرعی اعمال سے محفوظ رکھے اور ہمیں شہیدان کربلا کی اتباع کرنے اور ان کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ذہنی آزمائش

از : صاحبزادہ محمد ارشد علوی قادری چشتی
خانقاہ عالیہ قادریہ چشتیہ یارعلویہ براؤں شریف

سوال نمبر 1 سب سے پہلے ممبر پر خطبہ کس نے دیا؟

جواب سب سے پہلے ممبر پر خطبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیا(مرقاۃ ج 8 ص 264)

سوال نمبر 2 سب سے پہلے راہ خدا میں جہاد کس نے کیا؟

جواب سب سے پہلے ہے راہ خدا میں جہاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا(مرقاۃ ج 8 ص 264)

سوال نمبر 3 سب سے پہلے قلم سے کس نے لکھا؟

جواب سب سے پہلے قلم سے حضرت ادریس علیہ السلام نے لکھا(عجائب القران مع غرائب القران ص 169)

سوال نمبر 4 سب سے پہلے کپڑوں کے سینے اور سلے ہوئے کپڑے پہننے کی ابتدا کس نے؟

جواب سب سے پہلے کپڑوں کے سینے اور سلے ہوئے کپڑے پہننے کی ابتدا حضرت ادریس علیہ السلام نے کی(عجائب القران مع غرائب القران ص 169)

سوال نمبر 5 سب سے پہلے ترازو وقائم کرنے والے کون ہیں؟

جواب سب سے پہلے ترازو وقائم کرنے والے حضرت ادریس علیہ السلام ہیں(عجائب القران مع غرائب القران ص 169)

سوال نمبر 6 سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے والے کون ہیں؟

جواب سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں(تاریخ الخلفاء ص 25)

سوال نمبر 7 سب سے پہلے قران پاک کو جمع کر کے اس کو مصحف کا نام کس نے دیا؟

جواب قران پاک کو جمع کر کے سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہی اس کو مصحف کا نام دیا(تاریخ الخلفاء ص 59)

سوال نمبر 8 سب سے پہلے بیت المال کس نے قائم کیا؟

جواب سب سے پہلے بیت المال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قائم کیا(تاریخ الخلفاء ص 60)

سوال نمبر 9 سب سے پہلے مدینہ شریف کے لیے کس نے ہجرت کی؟

جواب سب سے پہلے مدینہ شریف کے لیے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی(سیرت مصطفی ص 155)

سوال نمبر 10 اہل فارس میں سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا؟

جواب اہل فارس میں سب سے پہلے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا(الطبقات الکبریٰ ج 4 ص 62)

سوال نمبر 11 سب سے پہلے کس انصاری نے اپنا مکان حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کو بطور ہبہ کے نظر کیا؟

جواب سب سے پہلے جس انصاری نے اپنا مکان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور ہبہ کے نظر کیا اس خوش نصیب کا نام حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ہے (شرح الزرقانی علی المواہب ج 2 ص 185)

سوال نمبر 12 سب سے پہلے کس شخص نے مدینہ میں اسلام کا ڈنکا بجایا؟

جواب حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے مدینہ میں اسلام کا ڈنکا بجایا اور ہر گھر میں اسلام کا پیغام پہنچایا (سیرت مصطفی ص 192)

سوال نمبر 13 اہل روم میں سب سے پہلے کس شخص نے دامن اسلام کو تھاما؟

جواب اہل روم میں سے سب سے پہلے حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دامن اسلام کو تھام لیا اور صحابیت کا شرف حاصل کیا (المسند امام احمد بن حنبل ح 10978 ج 3 ص 649)

سوال نمبر 14 اہل حبشہ میں سے سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا؟

جواب اہل حبشہ میں سے سب سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا (جامع ترمذی ح 3689 ص 2031)

سوال نمبر 15 عورتوں میں سب سے پہلے نماز پڑھنے والی خاتون کون ہیں؟

جواب عورتوں میں سب سے پہلے نماز پڑھنے والی خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں (شرح الزرقانی 273)

سوال نمبر 16 جنگ بدر میں سب سے پہلے شہید ہونے والے صحابی کون ہیں؟

جواب جنگ بدر میں سب سے پہلے شہید ہونے والے صحابی حضرت حارثہ انصاری رضی اللہ عنہ ہیں (مراۃ المناجیح ج 5 ص 705)

سوال نمبر 17 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سب سے پہلے جمعہ کس نے پڑھایا؟

جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سب سے پہلے جمعہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے پڑھایا (اسلام کی بنیادی باتیں ج 2 ص 137)

سوال نمبر 18 ازواج مطہرات میں سب سے پہلے کس نے وفات پائی؟

جواب ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وفات پائی (سیرت مصطفی ص 672)

سوال نمبر 19 سب سے پہلی بحری فوج کی قیادت کس نے فرمائی؟

جواب 28 ہجری میں اسلام کی سب سے پہلی بحری فوج کی قیادت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمائی (شرح ابن بطال ج 5 ص 11)

سوال نمبر 20 سب سے پہلے کعبہ شریف میں ممبر کی ترکیب کس نے دی؟

جواب سب سے پہلے کعبہ شریف میں ممبر کی ترکیب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بنائی (تاریخ یعقوبی ج 2 ص 131)

[تعارف وتبصرہ]

پیام شعیب الاولیاء:
دینی، ادبی اور تہذیبی روایت کا امین!

(حافظ) افتخار احمد قادری

علم وادب کی دنیا میں رسائل وجرائد کو ہمیشہ ایک ایسی فکری درسگاہ کی حیثیت حاصل رہی ہے جہاں قلم کی روشنی سے ذہنوں کو جِلا ملتی ہے اور فکر کے دریچے وا ہوتے ہیں۔ جب کوئی سنجیدہ قاری کسی معیاری مجلہ کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ دراصل محض چند اوراق نہیں پڑھ رہا ہوتا بلکہ ایک تہذیبی وفکری روایت کے تسلسل سے ہم آغوش ہو رہا ہوتا ہے۔ اسلامی تہذیب کی تاریخ اس حقیقت کی شاہد ہے کہ مدارس، خانقاہوں اور علمی مراکز سے وابستہ رسائل نے ہر دور میں دینی شعور کی بیداری، روحانی تربیت اور ادبی ذوق کی آبیاری میں غیر معمولی کردار ادا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ علم کے نزدیک کسی رسالہ کا اجرا محض طباعت کا ایک عمل نہیں بلکہ ایک فکری تحریک اور ایک علمی امانت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اسی تناظر میں مجلہ پیامِ شعیب الاولیاء براؤں شریف کا تازہ شمارہ نظر سے گزرا تو یہ احساس ہوا کہ بلا شبہ یہ رسالہ بھی اسی روشن روایت کا امین اور ترجمان ہے جس نے علم وعرفان کے چراغوں کو ہمیشہ فروزاں رکھا ہے۔ یہ مجلہ دراصل اس روحانی وعلمی نسبت کا مظہر ہے جو شیخ المشائخ، عاشق اعلیٰ حضرت، پیکرِ عشق ومحبت حضور سیدنا سرکار شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ کی ذاتِ بابرکات سے وابستہ ہے۔ براؤں شریف کی خانقاہ ایک مدت سے اہلِ دل کے لئے مرکزِ فیض وہدایت رہی ہے جہاں سے علم، محبت اور معرفت کی کرنیں اطراف واکناف میں پھیلتی رہی ہیں۔ یہی روحانی وراثت جب قلم اور قرطاس کے قالب میں جلوہ گر ہوتی ہے تو وہ پیامِ شعیب الاولیاء جیسے مجلہ کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ اس رسالہ کے اوراق دراصل اسی نسبت کی خوشبو سے معطر ہیں اور اس کے مضامین میں وہی روحانی ارتعاش محسوس ہوتا ہے جو کسی خانقاہی ماحول میں ذکر وفکر کی محفلوں میں محسوس کیا جاتا ہے۔ مجلہ کے اس تازہ شمارہ کا مطالعہ کرتے ہوئے سب سے پہلے جو پہلو قاری کو متاثر کرتا ہے وہ اس کی ادبی وفکری سنجیدگی ہے۔ اس میں شامل مضامین اس حقیقت کے آئینہ دار ہیں کہ ادارتی ٹیم نے مواد کے انتخاب میں نہایت دقیق نظر اور بالغ فکری بصیرت کا مظاہرہ کیا ہے۔ قرآنی تعلیمات کی توضیح وتشریح ہو یا احادیثِ نبویہ کی حکمتوں کا بیان، تصوف ومعرفت کے رموز واسرار ہوں یا معاشرتی اصلاح کے مباحث، ہر مضمون اپنے اندر ایک فکری وقار اور علمی متانت رکھتا ہے۔ اس رسالہ کا ہر صفحہ اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ یہاں محض معلومات کا انبار نہیں بلکہ فکر ودانش کی ایک منظم اور سنجیدہ کاوش موجود ہے۔

اس مجلہ کی ادارت ایک ایسی شخصیت کے ہاتھوں میں ہے جو علم وروحانیت کے حسین امتزاج کی حامل ہے۔ پیر طریقت، نبیرہ شعیب الاولیاء، جامعِ علوم وفنون علامہ حافظ قاری صاحبزادہ محمد افسر علوی قادری چشتی مدظلہ العالی کی فکری رہنمائی نے اس رسالہ کو ایک خاص وقار اور سنجیدگی عطا کی ہے۔ ان کی شخصیت دراصل اس روایت کی نمائندہ ہے جس میں علمِ شریعت اور ذوقِ طریقت ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ یہی ہم آہنگی اس مجلہ کے اسلوب اور مزاج میں بھی محسوس ہوتی ہے۔ ان کی نگرانی میں رسالہ محض ایک ادبی مجموعہ نہیں بلکہ ایک ایسا فکری پلیٹ فارم بن گیا ہے جہاں دینی علوم، تصوف کی لطافت اور ادب کی نزاکت ایک دوسرے کے ساتھ شیر وشکر ہو کر جلوہ گر ہوتی ہیں۔

مجلہ کے مضامین کا مطالعہ یہ احساس دلاتا ہے کہ اس میں شامل اہلِ قلم نہ صرف صاحبِ علم ہیں بلکہ صاحبِ ذوق بھی ہیں۔ ان کی تحریروں میں فکری گہرائی کے ساتھ ساتھ اسلوب کی شگفتگی اور زبان کی لطافت بھی نمایاں ہے۔ کہیں تصوف کے دقیق مباحث کو نہایت دلنشیں انداز میں بیان کیا گیا ہے، کہیں دینی تعلیمات کو عصرِ حاضر کے تناظر میں پیش

کیا گیا ہے اور کہیں ادب کی چاشنی کے ساتھ اصلاحی پیغام دیا گیا ہے۔ یہی تنوع اس رسالہ کو ایک ہمہ جہت علمی و ادبی مجلہ بناتا ہے۔ ادبی اعتبار سے دیکھا جائے تو پیامِ شعیب الاولیاء کے اس شمارہ میں زبان و بیان کی جو لطافت اور اسلوب کی جو دل آویزی موجود ہے وہ قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ تحریروں میں عربی و فارسی تراکیب کی شائستہ آمیزش، استعارات و تشبیہات کی دلکشی اور فکری گہرائی مل کر ایک ایسا ادبی حسن پیدا کرتی ہیں جو پڑھنے والے کو مسحور کر دیتا ہے۔ یہ وہی اندازِ نگارش ہے جو کلاسیکی اردو نثر کی یاد تازہ کر دیتا ہے اور قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ محض ایک رسالہ نہیں بلکہ ادب اور معرفت کے ایک وسیع گلستان میں سیر کر رہا ہے۔ اس مجلہ کی ایک اہم خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں ملک و بیرونِ ملک کے ممتاز اہلِ قلم کی تحریریں شامل کی گئی ہیں۔ مختلف علاقوں اور علمی حلقوں سے تعلق رکھنے والے قلمکاروں کی شرکت نے اس رسالہ کو ایک بین الاقوامی فکری رنگ عطا کر دیا ہے۔ ان مضامین میں کہیں مذہبی تحقیق کی سنجیدگی ہے، کہیں تصوف کی روحانیت کا پرتو ہے اور کہیں ادب کی جمالیات کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اس طرح یہ رسالہ ایک ایسا فکری گلدستہ بن گیا ہے جس میں مختلف اذواق و اسالیب کے رنگ بکھرے ہوئے ہیں۔ طباعت و اشاعت کے اعتبار سے بھی یہ شمارہ نہایت دیدہ زیب اور باوقار نظر آتا ہے۔ صاحبزادہ محمد اظہر علوی قادری کی سرپرستی میں علوی گرافکس رسول پور نے جس اہتمام اور سلیقہ مندی کے ساتھ اسے شائع کیا ہے وہ قابلِ تحسین ہے۔ صفحات کی ترتیب، سرخیوں کی موزونیت اور مجموعی پیشکش اس امر کی دلیل ہے کہ ادارتی ٹیم نے اسے نہایت سنجیدگی اور محنت کے ساتھ تیار کیا ہے۔ اس کی ظاہری خوبصورتی اور باطنی علمی وقار دونوں مل کر قاری کے دل میں اس کے لئے احترام کا جذبہ پیدا کرتے ہیں۔ درحقیقت ایسے رسائل کسی بھی معاشرہ کی فکری زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ نہ صرف اہلِ علم و قلم کو اظہار کا موقع فراہم کرتے ہیں بلکہ قارئین کے اندر مطالعہ کی عادت کو بھی زندہ رکھتے ہیں۔ آج کے اس دور میں جب سطحی معلومات کے سیلاب نے سنجیدہ مطالعہ کو پس منظر میں دھکیل دیا ہے، پیامِ شعیب الاولیاء جیسے رسائل کا تسلسل ایک خوش آئند علامت ہے کہ علمی و روحانی روایت ابھی زندہ ہے اور اس کے چراغ بجھنے نہیں پائے۔ اس مجلہ کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم علم و معرفت کے ایک ایسے سمندر کے کنارے کھڑے ہیں جس کی گہرائیوں کا اندازہ لگانا آسان نہیں۔ اس کے مضامین قاری کو نہ صرف معلومات فراہم کرتے ہیں بلکہ اس کے فکر و شعور کو ایک نئی جہت عطا کرتے ہیں۔ یہی وہ کیفیت ہے جس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ علم و عرفان کا ذوق جتنا بڑھتا ہے اتنی ہی تشنگی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یوں مجموعی طور پر دیکھا جائے تو مجلہ پیامِ شعیب الاولیاء براؤں شریف کا یہ تازہ شمارہ علمی وقار، ادبی دلکشی اور روحانی نسبت کا ایک حسین امتزاج ہے۔ یہ رسالہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ خانقاہی مراکز صرف روحانی تربیت کے مراکز ہی نہیں بلکہ علمی و ادبی سرگرمیوں کے بھی امین ہوتے ہیں۔ اس کی اشاعت دراصل علم و عرفان کے اس چراغ کو روشن رکھنے کی ایک مخلصانہ کوشش ہے جو اہلِ دل کے لئے ہمیشہ باعثِ ہدایت اور ذریعہ روشنی رہا ہے۔ اس قابل قدر علمی و ادبی خدمت پر ادارتی ٹیم، اہلِ قلم اور تمام متعلقین یقیناً مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ایک ایسا فکری سرمایہ اہلِ علم کے سامنے پیش کیا ہے جو نہ صرف مطالعہ کے شوقین افراد کے لئے باعثِ مسرت ہے بلکہ دینی و ادبی روایت کے تسلسل کی ایک روشن علامت بھی ہے۔ ایسے مجلات بلاشبہ قوم کی فکری زندگی میں چراغِ راہ کا کردار ادا کرتے ہیں اور آنے والی نسلوں کو علم، ادب اور روحانیت کی اس عظیم روایت سے جوڑے رکھتے ہیں۔

[خیالات تاثرات]

سہ ماہی مجلہ "پیام شعیب الاولیاء"
علمی وفکری بیداری کا ایک

درخشاں چراغ

پیش کش انیس الرحمن حنفی رضوی بہرائچ شریف یوپی

علم وقلم کی دنیا میں بعض کوششیں محض اشاعت تک محدود نہیں ہوتیں بلکہ وہ فکر وشعور کی آبیاری اور دینی وتہذیبی اقدار کے تحفظ کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ ایسے ہی مبارک اور بابرکت علمی کاوشوں میں سہ ماہی مجلہ "پیامِ شعیب الاولیاء" کا نام نہایت وقار اور احترام کے ساتھ لیا جاسکتا ہے۔ یہ مجلہ محض چند صفحات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک فکری تحریک، ایک علمی امانت اور ایک روحانی پیغام کا ترجمان ہے جو اپنے دامن میں علم، تحقیق، دعوت اور اصلاح کے بے شمار پہلو سموئے ہوئے ہے۔

اس مجلہ کی ادارت کی ذمہ داری محبِ گرامی وقار علامہ صاحبزادہ افسر علوی صاحب قبلہ براؤں شریف کے سپرد ہے، جن کی علمی بصیرت، دینی حمیت اور فکری سنجیدگی اس مجلہ کے ہر شمارے میں نمایاں نظر آتی ہے۔ ان کی زیر نگرانی یہ مجلہ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ علمی، تحقیقی اور اصلاحی مضامین کو قارئین تک پہنچا رہا ہے، جس سے نہ صرف اہلِ علم و دانش مستفید ہو رہے ہیں بلکہ نئی نسل کے لیے بھی فکری رہنمائی کا سامان فراہم ہو رہا ہے۔

الحمدللہ! یہ بات بھی باعثِ مسرت وتشکر ہے کہ اس سہ ماہی مجلہ میں فقیر حنفی کو مجلسِ مشاورت میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہے۔ مزید برآں اس مرتبہ فقیر کے دو مضامین بھی اس شمارے میں شائع ہوئے ہیں، جو دراصل اس علمی قافلے کے ساتھ ایک ادنیٰ سی نسبت کا اظہار ہے۔ یہ نسبت یقیناً میرے لیے اعزاز بھی ہے اور ذمہ داری بھی کہ قلم وفکر کی اس خدمت میں حتی المقدور اپنا حصہ ادا کرتا رہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی معیاری مجلہ کی اشاعت کے پیچھے ایک پوری ٹیم کی شبانہ روز محنت، خلوص اور جدوجہد کارفرما ہوتی ہے۔ پیامِ شعیب الاولیاء کی کامیابی کے پیچھے بھی مدیر، معاونین، مشاورتی ارکان اور تمام رفقاء کی محنتِ شاقہ شامل ہے۔ انہی مخلصانہ کوششوں کا نتیجہ ہے کہ یہ مجلہ دن بدن ترقی کی منازل طے کر رہا ہے اور علمی حلقوں میں اپنی ایک معتبر شناخت قائم کرتا جا رہا ہے۔

موجودہ دور میں جب فکری انتشار، علمی سطحیت اور دینی بے حسی کے بادل گہرے ہوتے جا رہے ہیں، ایسے میں اس نوعیت کے علمی و تحقیقی مجلات کا وجود نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ مجلات نہ صرف اہلِ قلم کو اظہارِ خیال کا مہذب اور معیاری پلیٹ فارم فراہم کرتے ہیں بلکہ قارئین کے اذہان میں صحیح فکر اور متوازن شعور پیدا کرنے کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔

لہٰذا اہلِ علم، طلبہ، اور دینی وفکری ذوق رکھنے والے حضرات سے گزارش ہے کہ سہ ماہی مجلہ "پیامِ شعیب الاولیاء" کا مطالعہ فرمائیں، اس کے پیغام کو آگے بڑھائیں اور اپنی قیمتی دعاؤں سے اس علمی کوشش کو نوازیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجلہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، اس کے ذمہ داران کی محنتوں کو قبول فرمائے اور اسے علم وہدایت کے فروغ کا ایک مضبوط ذریعہ بنا دے۔

51 ویں عرسِ حافظِ ملت

علیہ الرحمۃ والرضوان کے موقع پر

مفتی محمد شرف الدین مصباحی کو

اشرفیہ ایوارڈ

سے نوازا گیا جامعہ اشرفیہ کی جانب سے دینی، تعلیمی اور ملی خدمات کا شاندار اعتراف

مبارک پور، اعظم گڑھ/ممبئی:

51 ویں عرسِ حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدثِ مرادآبادی عَلَیہِ الرحمۃ والرضوان کے پُرکیف اور بابرکت موقع پر مرکزِ اہلِ سنت جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی) کی جانب سے ممتاز عالم دین، حضرت مولانا محمد شرف الدین مصباحی خطیب و امام سنی نئی مسجد گھرٹپ دیو ممبئی کی ہمہ جہت دینی، تعلیمی اور ملی مسلسل طویل خدمات کے اعتراف میں باوقار "اشرفیہ ایوارڈ" سے سرفراز کیا گیا۔

یہ باوقار اعزاز ملتِ اہلِ سنت کے ان مخلص خدام کے لیے مختص ہے جو خاموشی، استقامت اور اخلاص کے ساتھ دین وملت کی آبیاری میں مصروف عمل رہتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد شرف الدین مصباحی اس وقت سنی نئی مسجد گھرٹپ دیو ممبئی کے خطیب و امام ہیں، نیز عروس البلاد ممبئی کی دینی علمی مرکزی درسگاہ سنی دارالعلوم محمدیہ مینارہ مسجد محمد علی روڈ ممبئی میں تدریسی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کو یہ امتیازی شرف حاصل ہے کہ آپ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے ممبئی دفتر کے انچارج کی حیثیت سے نہایت ذمہ داری اور اخلاص کے ساتھ خدمات انجام دے رہے ہیں۔

عوام کو اشرفیہ سے جوڑنے میں نمایاں کردار:

حضرت موصوف نے ممبئی اور اطراف کے علاقوں میں عوام وخواص کو جامعہ اشرفیہ سے جوڑنے، اس کی علمی و دینی خدمات کو عام کرنے اور ادارہ جاتی مشن کو مستحکم بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اصلاحی بیانات، تعلیمی نشستوں، دینی مجالس اور ذاتی روابط کے ذریعے آپ نے اہلِ سنت کے عام طبقے کو بھی اشرفیہ کی روشن خدمات سے روشناس کرایا۔

عصری اسکولوں کے قیام میں عملی رہنمائی:

اربابِ اشرفیہ کی سرپرستی میں عصری اسکولوں کے قیام، تعلیمی شعور کی بیداری اور دینی طبقے کو عصری تعلیم سے ہم آہنگ کرنے میں بھی حضرت مولانا محمد شرف الدین مصباحی کی کوششیں لائق تحسین رہی ہیں۔

25 نومبر 2025ء بروز منگل بعد نماز ظہر بمقام قصبہ کھوکھلی مہراجگنج یوپی صفہ انٹر کالج کی سنگ بنیاد حضور عزیز ملت دامت برکاتہم العالیہ ومحقق مسائل جدیدہ علامہ مفتی نظام الدین رضوی مصباحی و دیگر علماء کے مقدس ہاتھوں سے رکھوایا

آپ ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے ہیں کہ دینی مضبوطی کے ساتھ عصری مضبوطی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

فرزندانِ اشرفیہ کی تربیت کی مہم:

آپ نے فرزندانِ اشرفیہ (اشرفیہ کے وابستگان کی نئی نسل) کو اَبنائے اشرفیہ کی مضبوط صف میں شامل کرکے ملک وملت کی خدمت کے لیے تیار کرنے میں عملی کردار ادا کیا ہے۔ آپ کی نگرانی میں تیار ہونے والی نسل آج ملک کے مختلف حصوں میں امامت، خطابت، تدریس اور دعوتِ دین کے میدان میں سرگرمِ عمل ہے۔

اشرفیہ کی خدمات کے فروغ کے لیے اپیل:

اس موقع پر اہلِ سنت وجماعت سے اپیل کی گئی کہ وہ جامعہ اشرفیہ کی دینی، تعلیمی اور دعوتی خدمات کو مزید مضبوط بنانے کے لیے مالی، اخلاقی اور عملی تعاون میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں، تاکہ یہ عظیم ادارہ مزید وسعت کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں انجام دے سکے۔

مبارکباد و تاثرات:

اس موقع پر مفتی مسرور عالم قادری مصباحی (ڈائریکٹر: جامعہ حافظِ ملت آن لائن) نے حضرت مفتی محمد شرف الدین مصباحی صاحب کو اشرفیہ ایوارڈ ملنے پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہوئے دعا کی کہ:

اللہ تعالیٰ حضرت کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، ان کے علم وعمل میں برکت دے اور انہیں طویل عرصہ تک دین وملت کی خدمت کے لیے سلامت رکھے۔

آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

میری جنت تم ہو

میری دنیا میری عقبیٰ میری جنت تم ہو
میں تو بس ایک فسانہ ہوں حقیقت تم ہو

قابلِ فخر ہوں میں اپنے مقدر کے تئیں
روزِ محشر میری بخشش کی ضمانت تم ہو

میری بے فیض نگاہوں میں اندھیرے ہوتے
یہ تو کہیے میری آنکھوں کی بصارت تم ہو

چھوڑ کر میں کہاں دہلیز تمہاری جاؤں
میری ہر ایک ضرورت کی ضرورت تم ہو

کوئی سولی پہ چڑھا کوئی سرِ دار گیا
نوکِ نیزہ پہ مگر محوِ تلاوت تم ہو

ہاتھ پھیلاؤں کہاں کس سے کہوں حال اپنا
اپنی غیرت کی قسم حاصلِ غیرت تم ہو

بزمِ دنیا میں ہی عمران یہ کہہ دے ان سے
میری دنیا میری عقبیٰ میری جنت تم ہو

عمران گونڈوی یار علوی

موتُ العالِمِ موتُ العالَمِ

عروسُ البلاد ممبئی کی

معروف ومعزز علمی شخصیات میں ایک درخشاں نام،
سنی دارالعلوم محمدیہ کے قدیم ترین تلامذہ میں شامل،
مبتدا طالبِ علم، مایہ ناز اور کہنہ مشق استاذ،

حضرت علامہ الحاج مفتی

جان محمد برکاتی

علیہ الرحمۃ،

خلیفۂ اشرفُ العلماءؒ،

جن کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

آپ کا اسمِ گرامی : جان محمد برکاتی

والدِ محترم : جناب شکر اللہ صاحب مرحوم

والدہ ماجدہ مرحومہ : حجن سکینہ صاحبہ

وطنِ عزیز : موضع مگھر، ضلع سنت کبیر نگر، اتر پردیش

تعلیمی پس منظر:

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ قرآنِ کریم کا حفظ حضرت حافظ شمس الدین علیہ الرحمہ (جو نابینا تھے) سے مکمل فرمایا۔ بعد ازاں دارالعلوم اہلِ سنت فیض الرسول، براؤں شریف ضلع بستی یوپی تشریف لے گئے اور تقریباً ایک سال تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد دارالعلوم مؤیدالاسلام، مگھر ضلع سنت کبیر نگر یوپی میں تقریباً تین سال قیام فرمایا، جہاں گلستاں و بوستاں تک تعلیم حاصل ہو سکی۔

اسی دوران حضور سیدُ العلماءؒ مدرسہ مؤید الاسلام مگھر تشریف لائے اور چند ایام آپ سے سبق پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ بعد ازاں حضور سیدُ العلماءؒ نے آپ کی والدہ ماجدہ سے اجازت طلب کی بہت مشکل سے آپ کو ممبئی جانے دیا جب حضور سید العلماء نے فرمایا کہ جیسے یہ آپ کا بیٹا ہے اسی طرح میرا بھی بیٹا رہے گا اس بات پر اجازت ملی اور اپنے ساتھ آپکو لیکر ممبئی تشریف لائے اور مسجد آلِ مصطفیٰ کھڑک میں آپ امامت کے فرائض انجام دینے لگے۔

موصوف نے دوبارہ حضور سیدُ العلماءؒ کی بارگاہ میں تعلیم کا سلسلہ جاری کیا۔

1968ء میں دارالعلوم محمدیہ کا قیام باولا مسجد میں، بدستِ مقدس حضور اشرفُ العلماءؒ عمل میں آیا۔ حضور سیدُ العلماءؒ کے ایماء پر آپ نے سنی دارالعلوم محمدیہ میں تعلیم کا آغاز کیا، اور 1974ء میں ادارے کی پہلی جماعت میں فراغت حاصل کی۔

اسی نسبت سے فرمایا کرتے تھے:

"میں اس ادارے کا مبتدا ہوں" جس پر مولانا عبدالقدوس صاحب استاذ سنی دارالعلوم محمدیہ مینارہ مسجد محمد علی روڈ ممبئی فرمایا کرتے تھے "حضرت! مبتدا آپ ہیں تو خبر کون ہے؟"

فراغت کے بعد سے لے کر تادمِ آخر، تقریباً ساٹھ (60) سال مسلسل تدریسی خدمات انجام دیں، اور مسجد آلِ مصطفیٰ، کھڑک ممبئی نمبر 9 میں بھی قریب ساٹھ سال کامیاب امامت کے فرائض انجام

دیے۔

سینکڑوں طالبانِ علومِ نبویہ کو دینی زیور سے آراستہ فرمایا۔

حضور سیدُ العلماءؒ حضور اشرفُ العلماءؒ

مفسرِ قرآن علامہ ظہیر الدین خان مصباحیؒ

جیسی جلیل القدر شخصیات سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔

مادرِ علمی سنی دارالعلوم محمدیہ، مینارہ مسجد سے فراغت کے بعد، ابتدائی دور میں دارالافتاء کی خدمات انجام دیں، اور زندگی کے آخری سانس تک فقہ، اصولِ فقہ اور حدیث کی اعلیٰ کتابوں کا درس دیتے رہے۔

فنِ صرف ونحو میں آپ کو مہارتِ تامہ حاصل تھی۔

اوصافِ حمیدہ:

آپؒ اخلاق کا پیکر تھے۔ پیچیدہ مسائل کو نہایت حکیمانہ اور خوش اسلوبی سے حل کرنا آپ کا امتیازی وصف تھا۔ اسٹاف کے ساتھ سلوک، اور طلبہ کے ساتھ غیر معمولی شفقت ونرمی برتتے تھے۔ طلبہ کے داخلے، فلاح اور خیر خواہی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہنا آپ کی زندگی کا خاص مشن تھا۔

وصال:

مورخہ 28 دسمبر 2025ء، بروز اتوار، بعد نمازِ مغرب

بمطابق 8 رجب المرجب 1447ھ

یہ عظیم علمی شخصیت اپنے مالکِ حقیقی سے جاملی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن

اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے، خانقاہ مارہرہ مطہرہ اور خانقاہ کچھوچھہ کے فیوض وبرکات سے مرحوم کی کامل مغفرت فرمائے، درجات بلند کرے، اور جملہ اہلِ خانہ، اساتذہ کرام، اراکین ادارہ، طلبہ، مصلیانِ مسجد آلِ مصطفیٰ کھڑک ممبئی، محبین ومخلصین اور اقارب بالخصوص مولانا محمد ریحان اشرفی کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

آمین بجاہِ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

پسماندگان

مرحوم کی اہلیہ کا انتقال پہلے ہو چکا تھا۔

پانچ صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں (تمام صاحبزادیاں عالمہ ہیں۔ تمام بچوں کی شادیاں ہو چکی ہیں۔

سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا ریحان اشرفی نے سنی دارالعلوم محمدیہ، مینارہ مسجد میں حفظِ قرآن کے ساتھ درجۂ اولیٰ سے فضیلت تک تعلیم مکمل کیا ہے

اللہ تعالیٰ تمام لواحقین کو صبرِ جمیل اور صبر پر اجرِ عظیم عطا فرمائے

آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ناچیز، جملہ اہلِ خانہ کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہے اور اس غم میں برابر کا شریک ہے۔

شرکائے غم!

جملہ اساتذۂ کرام سنی دارالعلوم محمدیہ مینارہ و باؤلا مسجد ممبئی

محمد شرف الدین مصباحی خطیب وامام، سنی نئی مسجد، گھرپ دیو ممبئی نمبر 33

استاذ سنی دارالعلوم محمدیہ

مینارہ مسجد، محمد علی روڈ، ممبئی 3

نعت سرکار دوعالم ﷺ

جب مدینے کی طرف قلب کا رجحان ہوا
مسئلہ جو بھی تھا دشوار، وہ آسان ہوا

مطلعِ دل پہ نمو یاب ہوا مہر یقیں
قربت ماہ مدینہ کا جب امکان ہوا

معجزہ ہے تری تبلیغ، یا اعجازِ مسیح
دست حق پر ترے پتھر بھی مسلمان ہوا

مسجد مدح میں جب آئی مری روح وفا
مصحفِ روے شہ دیں مرا عنوان ہوا

لذت نعمت فردوس ملے گی ہر پل
راہ طیبہ میں مرے گھر کا جو دالان ہوا

میزبانی کو مری آئیں گے اب روح امیں
عشق سرکار مرے قلب کا مہمان ہوا

عہد میثاق کی زینت ہے وہی جلوۂ ذات
میرے دیباچۂ ہستی کا جو عنوان ہوا

کس کی مرہونِ عنایت ہے بہارِ گلشن
مشک بو کس کے خیالوں سے خیابان ہوا

کس کے لہجے کی براقت ہے وقار اطناب
کس کی گفتار پہ ایجاز بھی قربان ہوا

کس کا ہر فیصلہ تقدیر الٰہی ٹھہرا
منشی رحمت حق کس کا قلم دان ہوا

کس کی تہذیب سے کردار کے گیسو سنورے
کس کے انداز پہ قربان مسلمان ہوا

کس کی یادوں کا سہارا ہے سلگتی جاں پر
درد کس کا ہے، مرے درد کا درمان ہوا

کس کی تدبیر سے ہے نبض جہاں میں حرکت
سرخرو کس کی نگہبانی میں انسان ہوا

کس کی تسکین سے غم خوردۂ آلام ہنسے
کون بے یار و مددگار کا پرسان ہوا

کس کی تصویر ہے آئینۂ بہجت کا جمال
حسن کس جلوۂ صد رنگ سے حیران ہوا

ایک بے مایہ گراں مایہ کی فہرست میں ہے
عشق میں بک کے بھلا کب کوئی نقصان ہوا

ذکر اور فکر میں کٹ جاتی ہیں راتیں اکثر
میرا ہر خواب نظر سوختہ ارمان ہوا

شمسؔ مجبوری طیبہ کا مداوا کیا ہو
ہجر کا درد ہی جب سوز کا سامان ہوا

شمسؔ علیمی سدھارتھ نگری

شعیب الاولیاء ایجوکیشن اینڈ سوشل و یلفیئر ٹرسٹ

کے اغراض ومقاصد

(1) دینی تعلیم وتربیت کے ذریعہ مسلمانوں اوران کے بچوں کے عقائد کو مضبوط کرنے کے لیے انہیں عقائد اہلسنت سے آگاہ کرنا۔

(2) دینی وعصری تعلیم سے آراستہ ومزین کرکے مسلمان بچوں کو ملک ہندوستان کا مستقبل اور مفید شہری بنانا۔

(3) کتاب وسنت کی رہنمائی میں اسلام وسنیت (مسلک اعلیحضرت) کی اصل روح کے ساتھ طلباء وطالبات کو تعلیم کے ایسے نظام سے منسلک ومربوط کرنا جس کی وجہ سے بدمذہبیت کے شکار نہ ہوسکیں۔

(4) غریب ونادار بچوں کے لئے نرسری اور ایل کے جی سے لے کر کالج و یونیورسٹی تک تعلیم کا مکمل بندوبست کرنا۔

(5) قرآن کریم کو اپنے تعلیم کی بنیاد بناتے ہوئے جدید طرز پر حفاظ قرآن کریم کی تعلیم کا انتظام کرنا۔

(6) دیہات اور پسماندہ علاقوں میں قرآن کریم کی تعلیم عام کرنے کے لئے مکاتب قائم کرنا یا قائم شدہ مکاتب کو مزید ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرنا۔

(7) عربی اور انگریزی زبانوں کی اہمیت کے پیش نظر دونوں زبانوں سے طلباء کو روشناس کرانا۔

(8) بچوں کی بہترین تعلیم وتربیت کے لئے باصلاحیت معلمین ومعلمات کا انتظام کرنا۔

(9) اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے ضلعی سطح پر دینی، علمی وادبی کانفرنس، سیمینار، نشست اور علمی مذاکرات کا اہتمام کرنا۔

(10) مطالعہ کا ذوق وشوق پیدا کرنے کے لئے اور علمی، فقہی، ادبی، سماجی استفادہ کے لئے ضلعی سطح پر لائبریریاں قائم کرنا۔

(11) غریب ویتیم باصلاحیت اور عقلمند طلباء کے لئے اسکالرشپ فراہم کرانا۔

(12) غریب ویتیم طلباء وطالبات کی تعلیمی تربیتی کفالت کرنا۔

(13) یتیم وغریب بچوں اور بچیوں کو تعلیمی کتابیں، وظائف، اور لباس کی فراہمی ودیگر ضروریات کا بندوبست کرنا۔

(14) ٹرسٹ کے امدادی پیسہ کے ذریعہ مجبور اور مستحق لوگوں کا مالی تعاون کرنا۔

SHOAIBUL AULIYA EDUCATION AND SOCIAL WELFARE TRUST

BARAON SHAREEF, SIDDHARTH NAGAR UP

ٹرسٹ سے جڑنے کے لئے رابطہ کریں: 7618871828 / 7081182040 / 9336873132

مخیرین قوم وملت حضرات: ٹرسٹ کا تعاون کرنے کے لئے اکاؤنٹ نمبر پیش ناظرین ہے۔

A/c.No.: 44753369542   IFSC :SBIN0005372

Name: Shoibul Auliya Education And Social Welfare Turst Braon Sharif